اغنهم الله ورسوله من فضله (القرآن)

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا

# اللہ جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## (منصبِ نبوت ورسالت)

### قرآن کریم کی روشنی میں




تالیف

ڈاکٹر مفتی ندیم بن صدیق اسلمی

بانی ادارہ سراج منیر پاکستان



سراج منیر پبلیکیشنز ادارہ سراج منیر پاکستان

کتاب کا نام: اللہ جل جلالہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف: ڈاکٹر مفتی ندیم بن صدیق اسلمی

اشاعت اول: 2014ء

اشاعت دوم: دسمبر 2020ء

ناشر: سراجِ منیر پبلیکیشنز ادارہ سراجِ منیر پاکستان

منشور ادارہ سراج منیر پاکستان

اشاعت اسلام، احیائے حدیث، اصلاح معاشرہ اور خدمت خلق

اس کتاب کے حصول کے لیے رابطہ نمبر 03456377480

## فہرست


| | | |
|---|---|---|
| 1 | مقدمہ | 05 |
| 2 | حرفِ آغاز | 08 |
| | باب اول: اللہ ورسول ﷺ سے ربط کا حکم اور انعامات | 09 |
| 3 | اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان | 09 |
| 4 | اللہ اور رسول ﷺ کا ادب | 22 |
| 5 | اللہ اور رسول ﷺ سے محبت | 26 |
| 6 | اللہ اور رسول ﷺ کی حاکمیت | 37 |
| 7 | اللہ اور رسول ﷺ کی حاکمیت تسلیم کرنا ہر حال میں ضروری ہے | 44 |
| 8 | اللہ اور رسول ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والا مریض یا شکی ہے | 47 |
| 9 | اللہ اور رسول ﷺ کی ولایت | 48 |
| 10 | اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت | 52 |
| 11 | اللہ اور رسول ﷺ کا بلانا | 72 |
| 11 | اللہ اور رسول ﷺ کا حرام کرنا | 77 |
| 12 | اللہ اور رسول ﷺ کے لئے ہجرت | 84 |

| | | |
|---|---|---|
| 13 | اللہ اور رسول ﷺ کی رضا | 88 |
| 14 | اللہ اور رسول ﷺ کی عطا | 94 |
| 15 | اللہ اور رسول ﷺ کی شانِ غناء | 98 |
| 16 | اللہ اور رسول ﷺ کا سچا وعدہ | 102 |
| 17 | عزت اللہ و رسول ﷺ اور مومنین کے لیے ہے | 106 |
| | **باب دوم: اللہ و رسول ﷺ سے اعراض پر حکم سزا** | 111 |
| 18 | اللہ اور رسول ﷺ کا انکار | 111 |
| 19 | اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی | 119 |
| 20 | اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے | 121 |
| 21 | اللہ اور رسول ﷺ سے عہد شکنی | 129 |
| 22 | اللہ اور رسول ﷺ سے جھوٹ بولنا | 132 |
| 23 | اللہ اور رسول ﷺ کو اذیت دینا | 134 |
| 24 | اللہ اور رسول ﷺ سے استہزاء | 140 |
| 25 | اللہ اور رسول ﷺ سے خیانت | 144 |
| 26 | اللہ اور رسول ﷺ سے عداوت | 154 |

| | | |
|---|---|---|
| 27 | اللہ اور رسول ﷺ سے دشمنی | 156 |
| 28 | اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت | 163 |
| 29 | اللہ اور رسول ﷺ سے لڑائی | 167 |
| 30 | اللہ اور رسول ﷺ کا اظہارِ بیزاری | 180 |
| 31 | گستاخ رسول ﷺ کا حکم | 184 |



بَلَغَ العُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

# مقدمہ

الحمد لله الذی بعث الانبیاء و النبی الاطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء الذی حمل حمل الوحی من اللّٰہ تبارک وتعالی وأتی حقه وعلی آله و صحبه اجمعین۔

اللہ تعالی کی جامع حکمتِ عملی جس کے ماتحت نظامِ کائنات منظم ہے وہی اقتدارِ اعلیٰ وحاکمیت اعلیٰ کا مالک ومختار وہ جسے چاہے نوازدے، جسے چاہے بے حساب دے، نہ اس کی عطا پر کوئی پابندی، نہ عدمِ عطا پر کوئی پکڑ، اس نے تو اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصوبہ تخلیق کا جزولازم قراردے کران کونیابتی حاکمیت عطا فرما کر جملہ عوالم کا ہادی و رہبر بنا دیا اور آپ کی حیات طیبہ مبارکہ کولوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا اور پھر ہر حال میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی عنایات ولطافتوں کے سایہ میں رکھا اور ہمیشہ کے لئے اپنی عطاؤں سے نواز دیا اور اس سے بڑھ کر اور نوازش ہو بھی کیا سکتی ہے کہ لاریب کتاب کے ذریعے ایک راز افشا کیا اور وہ یہ کہ کئی مقامات پر اپنے ذکر کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا اور مجھ جیسے حقیر پر تقصیر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالی نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

عظمت وشان بیان کرنے کے لئے موقع وتوفیق اور ہمت عطا فرمائی جو میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عظمت و رفعت اور شان وشوکت کو بیان کرنے کا حق ہماری زبانیں اور قلمیں ادا ہی نہیں کر سکتیں ان کی عظمت وہ ہی جانیں یا ان کا خدا جانے بس یہ تو طلبِ مغفرت اور اظہارِ محبت کا ایک بہانہ ہے۔

اس کتاب کا نام میں نے ''اللہ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم '' رکھا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ جس طرح توحید پر ایمان لانا ضروری ہے یوں ہی رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جس طرح توحید ایمان کا جزو لازم ہے ایسے ہی رسالت بھی ایمان کا جزو لازم ہے اللہ اور رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر ایمان، محبت اور اطاعت ہر حال میں لازم وضروری ہے ۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ توحید رسالت کو اور رسالت توحید کو اس اعتبار سے مستلزم ہے کہ رسالت کی شان توحید اور توحید کی پہچان رسالت ہے لٰہذا ذکرِ رسالت سے غلو کا تصور لغو ہو گا

اس کتاب میں صرف قرآنی آیات مع تفسیر سے استفادہ کیا گیا ہے اور صرف وہ آیات ذکر کی گئی ہیں جن میں اللہ تعالی نے اپنے ساتھ اپنے رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر ہمارے لئے ذریعہ بخشش بنائے۔ (آمین)

ڈاکٹر ندیم بن صدیق اسلمی

بانی ادارہ سراجِ منیر

# حرفِ آغاز

اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر قرآن کریم میں اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا وہ اطاعت ہو یا صفتِ غناء، وہ عزت کی بات ہو یا نافرمانی کی، عطا کی بات ہو یا برأۃ کی، ولایت کی بات ہو یا خیانت کی، ہدایت کی بات ہو یا نصرت کی، مال فئی کی بات ہو یا غنیمت کی، عفوو درگزر کی بات ہو یا مخالفت کی، ایمان کی بات ہو یا کفر کی، رفعتِ ذکر کی بات ہو یا نعمت کی، دعوت کی بات ہو یا بیعت کی، شہادت کی بات ہو یا رحمت کی، حلت کی بات ہو یا حرمت کی، حفاظت کی بات ہو یا نصیحت کی، بصارت کی بات ہو یا نورانیت کی، ایذاء کی بات ہو یا نافرمانی کی، محبت کی بات ہو یا عداوت کی۔ جہاں جہاں اپنا ذکر کیا وہاں وہاں رسول کریم ﷺ کا ذکر کیا

اس میں جو صفات خدا کی وہی صفات مصطفی ﷺ کی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خدا کی صفات قدیم، ازلی اور ذاتی ہیں لیکن مصطفی کریم ﷺ کی صفات عطائی ہیں، اللہ خالق ہے اور محبوب ﷺ مخلوق ہیں۔

اب ہم ان صفات و معاملات کا ذکر کرتے ہیں جن میں اللہ و رسول کا اکٹھا ذکر آیا ہے۔ تا کہ معلوم ہو جائے کہ کس طرح رب کریم نے اپنے رسول کریم ﷺ کی عظمت و محبت کے دو عالم میں چرچے کیے ہیں اور ان کے اپنے ساتھ رشتہ رسالت و محبت کو کس اندازِ زیبا و دلربا کے ساتھ بیان فرمایا۔

# باب اول

# اللہ ورسول ﷺ سے ربط کا حکم اور انعامات

## اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان

### ایمان کا معنی ومفہوم

ایمان امن سے ہے جس کا معنی ہے مان لینا، تسلیم کر لینا، تابع فرمان اور مطیع ہونا۔ شرع میں ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے احکامات کو صدقِ دل سے ماننا ہے۔

زبان سے اقرار کا نام اسلام اور دل سے تصدیق کا نام ایمان ہے۔

اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(جب دیہاتیوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ ہم ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے بھید کھولتے ہوئے فرمایا:

{قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم}۔(الحجرات:14)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ تم مسلمان ہوئے ہو کیونکہ ایمان تمہارے دلوں میں ابھی تک داخل نہیں ہوا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ دل سے تصدیق کا نام ایمان اور زبان سے

اقرار کا نام اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے محبوب ﷺ پر ایمان لانے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{انا ارسلنک شاهدا و مبشرا و نذیر التؤمنوا بالله و رسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة و اصيلا○}۔(الفتح 8-9)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اس آیہ کریمہ میں چند صفات سے متصف فرمایا:

## شاهداً:

یہ شھد (ش، ھ، د) سے ماخوذ ہے اور شاھد کا معنی ہے ''گواہ''

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ويكون الرسول عليكم شهيداً}۔(البقرة:143)

ترجمہ: ''اور رسول تم پر گواہ ہیں۔''

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

{وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا}۔(النساء:41)

ترجمہ: اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

## مبشراً:

یہ ب، ش، ر سے ماخوذ اور باب تفعیل سے اسم فاعل ہے جس کا معنی ہے خوشخبری سنانے والا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا}۔(السبا:28)

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ کو تمام انسانیت کی طرف خوشخبری اور برے انجام سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔''

## نذیراً:

یہ نذر ینذر سے ہے جس کا معنی ہے ''ڈرانا یا ڈر سنانا یا برے انجام سے آگاہ کرنا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا اور برے انجام سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفات ومقاصد ذکر

کرنے کے بعد فرمایا:

{لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلاo} ۔(الفتح:9)

ترجمہ: ''تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرو۔''

یعنی اللہ تعالیٰ حکم فرما رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو برے انجام سے آگاہ بھی کریں گے اور خوشخبریاں بھی سنائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا وآخرت میں لوگوں پر گواہ ہوں گے لہٰذا تم ہر حال میں میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ماننا اور صدقِ دل سے اُن پر ایمان لانا اور ان کی تعظیم وتوقیر بھی تم پر لازم ہے۔

گویا کہ ایک انقلاب اور انقلابی تنظیم کی طرف اشارہ دیا جارہا ہے کہ جب میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو بلائیں تو انکار کی گنجائش نہیں۔ ان کی جماعت وتنظیم میں شامل ہو جانا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر درخشندہ راہوں پر گامزن فرمائیں گے۔عہدِ جاہلیت میں ہونے والے ظلم وستم اور ناانصافی وبدامنی کے جال

کو توڑ کر تمھیں اس قید سے رہائی دلائیں گے۔ لوگوں کو دنیا کی حقیقت، اس کی لذات وخواہشات اور فنائیت سے خبردار کر کے دارِ بقا کی طرف راہنمائی فرمائیں گے۔ لہٰذا تم اُن کے دست و بازو بن جانا اور ان کی ہر پکار پر لبیک کی صدا بلند کرنا، ان پر جان نثار کرنا اور دینِ متین کی سربلندی کے لیے اپنے تمام تر وسائل پیش کرنا اور ہر حال میں اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں محبوب کی بارگاہ میں بے ادبی نہ ہو جائے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائے بغیر چارہ نہیں کیونکہ آقا علیہ السلام پر ایمان خدا پر ایمان ہے اور اُن کا انکار خدا کا انکار ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے سے جملہ امم سابقہ کے احکامات منسوخ ہو جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعتِ مطہرہ لاگو ہو جائے گی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہوگا وہ دائرہ اسلام سے خارج متصور ہوگا۔

یہود ہوں یا نصاریٰ سب پر لازم وضروری ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائیں۔ چاہے ہزار بار وہ توحید کے قائل ہوں مگر صرف توحیدی ہونے سے ایمان نصیب نہیں ہوتا جب تک وہ اتباع واقتداء محمدی کا قلادہ اپنے گلے میں نہ ڈال لیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر نہ کرنے والا دائرۂ اسلام کی حدود سے خارج ہے کیونکہ ایمان کے ساتھ ساتھ تعظیم وتوقیر بھی ضروری ہے۔

امام شنقیطی فرماتے ہیں:

وما تضمنته هذه الاية الكريمة من لزوم توقير النبی ﷺ وتعظيمه واحترامه جاء مبينا فی مواضع أخر كقوله تعالىٰ:{لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه۔۔۔ الاية۔} على القول بان الضمير فی{تعزروه وتوقروه}للنبی ﷺ۔ (اضواء البيان 462/7)

ترجمہ: ''اور یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور احترام کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور دوسرے مقام پر واضح آیا ہے کہ {لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه۔۔۔ الاية۔} اس قول کے مطابق {تعزروه وتوقروه} میں ضمیر نبی کریم ﷺ کی طرف راجع ہے۔''

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: فاوجب الله تعالىٰ تعزيره وتوقيره والزم اكرامه وتعظيمه۔(الشفاء:26)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کو واجب اور عزت

وتعظیم کولازم قرار دیا ہے۔''

ایک اور مقام پر نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی تعظیم کا حکم دیتے ہوئے متبعین کو مژدۂ جانفزا سنایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل یامرهم بالمعروف وینهٰهم عن المنکر ویحل لهم الطیبت ویحرم علیهم الخبئث ویضع عنهم اصرهم والاغلل التی کانت علیهم فالذین امنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون٥}۔

(الاعراف:157)

ترجمہ: ''وہ لوگ جو پیروی کریں گے اس رسول کی جو بے پڑھے نبی ہیں ان کا ذکر توراۃ وانجیل میں پائیں گے وہ ان کو اچھائی کا حکم اور برائی سے روکے گا اور پاک چیزیں اُن کے لیے حلال اور خبیث چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور پھندے اُتار دے گا جو ان پر تھے پس جنھوں نے ایمان لایا اور ان کی تعظیم ونصرت کی اور جو نور آپ کے ساتھ نازل ہوا اس کی اتباع کی وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔''

اس آیت کی تشریح میں ہم امام شنقیطی کی تفسیر پر اکتفا کرتے ہیں:

وما تضمنته هذه الاية الكريمة من لزوم توقير النبى وتعظيمه...وقد دلت آيات من كتاب اللّٰه على ان اللّٰه تعالىٰ لا يخاطبه فى كتابه باسمه وانما يخاطبه بما يدل على التعظيم والتوقير كقوله: يا ايها النبى، يا ايها الرسول، يا ايها المزمل، يا ايها المدثر مع انه ينادى غيره من الانبياء باسمآءهم كقوله: وقلنا يآدم وقوله: وناديناه ان يا ابراهم وقوله: قال يا نوح انه ليس من اهلك قيل: يا نوح اهبط بسلام منا وقوله: قال يا موسىٰ انى اصطفيتك على الناس وقوله: اذ قال اللّٰه يا عيسىٰ انى متوفيك وقوله: يا داؤد انا جعلنك خليفة۔ (اضواء البیان 52/6)

ترجمہ: ''یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر پر دال ہے۔اور یہ آیات قرآنیہ اس بات پر بھی دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی اکرم ﷺ کو نام سے مخاطب نہیں فرمایا بلکہ ایسے طریقے سے مخاطب فرمایا جو آپ کی تعظیم وتوقیر پر دلالت کرتا ہو جس طرح فرمایا: یا یھا النبی، یا یھا الرسول، یا یھا المزمل، یا یھا المدثر حالانکہ باقی انبیاء کو اُن کے ناموں سے بلایا جس طرح کہ فرمایا اور ہم نے کہا: یادم اور اللہ تعالیٰ کا

فرمان: وناديناه ان يا ابراهيم اوريانوح انه ليس من اهلك اوريانوح اهبط بسلام منا اوريا موسىٰ انى اصطفيتك على الناس اور اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ انى متوفيك اوريا داؤ دانا جعلناك خليفة۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قل يايها الناس انى رسول الله اليكم جميعا الذى له ملك السمٰوٰت والارض لا اله الا هو يحيى ويميت فامنوا بالله ورسوله النبى الامى الذى يومن بالله وكلمته واتبعوه لعلكم تهتدونo}۔(الاعراف:158)

ترجمہ: "آپ فرما دیں اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے پاس ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔پس تم اللہ اور اس کے رسول جو بے پڑھے نبی جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لاتے ہیں اور تم اس کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پا جاؤ۔"

یہ آیت کریمہ حضور نبی اکرم ﷺ کے عموم رسالت پر جامع دلیل و برہان ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے لفظ قل کے ساتھ خود آقا علیہ السلام کی زبانِ اقدس سے اپنی بادشاہت وحاکمیت اور اپنے اوپر ایمان لانے کا بیان کروایا۔

فرمان: و نادیناہ ان یا ابراھیم اوریا نوح انہ لیس من اھلک اوریا نوح اھبط بسلام منا اوریا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس اور اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ انی متوفیک اوریا داؤ دانا جعلناک خلیفۃ۔‘‘

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض لا الہ الا ھو یحیی ویمیت فامنوا باللّٰہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللّٰہ وکلمتہ واتبعوہ لعلکم تھتدونo}۔(الاعراف:158)

ترجمہ: ’’آپ فرما دیں اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے پاس ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔پس تم اللہ اور اس کے رسول جو بے پڑھے نبی جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لاتے ہیں اور تم اس کی پیروی کروتا کہ ہدایت پا جاؤ۔‘‘

یہ آیت کریمہ حضور نبی اکرم ﷺ کے عموم رسالت پر جامع دلیل و برہان ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے لفظ قل کے ساتھ خود آقا علیہ السلام کی زبانِ اقدس سے اپنی بادشاہت وحاکمیت اور اپنے او پر ایمان لانے کا بیان کروایا۔

ترجمہ: ''پس تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرلو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''

۳۔ {فامنوا باللہ ورسوله والنور الذی انزلنا واللہ بما تعملون خبیر ٥} ۔(التغابن:8)

ترجمہ: ''پس اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔''

۴۔ {انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسوله واذا کانوا معه علی امر جامع لم یذهبوا حتی یستأذنوه ان الذین یستأذنوک اولئک الذین یومنون باللہ ورسوله}۔(النور:62)

ترجمہ: ''بے شک مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب بھی وہ آپ کے پاس کسی حکم پر جمع ہوئے تو واپس نہ پلٹے آپ سے اجازت لیے بغیر اور جو اجازت طلب کر کے جاتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں۔''

۵۔ {ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل الیه ما اتخذوهم اولیاء}۔(المائدۃ:81)

ترجمہ: ''اور اگر وہ اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان لاتے تو کفار کو دوست نہ

بناتے۔“

٦۔ {ومن لم یومن باللّٰہ ورسولہ فانا اعتدنا للکافرین سعیرا}۔(الفتح:13)

ترجمہ: ”اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا تو ہم نے کفار کے لیے شعلے تیار کر رکھے ہیں۔“

٧۔ {تومنون باللّٰہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللّٰہ}۔(الصّف:11)

ترجمہ: ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔“

٨۔ {والذین امنوا باللّٰہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقونo}(الحدید:19)

ترجمہ: ”وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی سچے ہیں۔“

٩۔ {والذین امنوا باللّٰہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللّٰہ غفورا رحیماo}۔

(النساء:152)

ترجمہ: ”اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اُن میں

سے کسی کے درمیان (رسول ہونے) میں فرق نہ کیا انہی کو عنقریب اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

ان آیات طیبات میں اللہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے والوں کو اجر عظیم اور بخشش و رحمت اور سچا ہونے کی خوشخبری سنائی گئی اور منکرین و کفار کو عذابِ جہنم کی وعید سنائی گئی۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف توحید کا قائل ہونا کافی نہیں ہے جب تک رسالت پر ایمان نہ لائے جس طرح عقیدۂ توحید پر ایمان ضروری ہے اسی طرح عقیدۂ رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

ظاہر ہے عقیدہ رسالت بھی تو من جانب اللہ ہے اور اسی کے ہی منصوبہ تخلیق کا لازمی جز ہے۔

# اللہ اور رسول ﷺ کا ادب

اللہ تعالیٰ نے نبی محتشم ﷺ کے ادب و تعظیم اور توقیر کو مومنین پر لازم قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{یاایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ و اتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم o}۔(الحجرات:1)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے، جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی روشنی میں تمام چیزوں میں رسول اکرم ﷺ سے تقدیم کو ممنوع قرار دیا چاہے وہ نمازِ عید سے قبل قربانی ہو یا رمضان سے پہلے ایک دن کا روزہ، راستے میں چلنے کی بات ہو یا کلام کے آغاز کی بات ہو۔ کیونکہ ہر قول و فعل اور عمل میں قائد و امام کی اتباع کی جاتی ہے تقدیم نہیں۔ لہٰذا یہاں بھی نبی کریم ﷺ کی اتباع اور ہر معاملے میں آپ کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے اور اوامر و نواہی میں عدم احتیاط بھی اسی زمرہ میں آتی ہے۔ لہٰذا ہر حال میں رسول اکرم ﷺ کے ادب و احترام کا حکم دیا گیا ہے تاکہ سبقت و تقدیم کسی بھی حال میں نہ ہو اور کائنات کے تاجدار کا مقام و مرتبہ و منزلت ہمیشہ رہبر و راہنما کی حیثیت سے رہے۔

## شان نزول و مقصدیت

اس آیت کریمہ کے مختلف شانِ نزول بیان کیے گئے ہیں جن کو ہم اختصار سے بیان کرتے ہیں:

کچھ لوگوں نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نماز ادا فرمانے سے پہلے ہی عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کر دی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (روح المعانی 19 / 247)

کچھ لوگوں نے رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی رسول مکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے پہلے روزے رکھنے شروع کر دیے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (روح المعانی 19 / 247)

کچھ مفسرین نے ہر قسم کے اوامر و نواہی میں عدمِ احتیاط کو آیت کے نزول کا سبب بتایا ہے۔

بہر حال مقصدِ نزول آیت یہی ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کسی بھی صورت میں تقدیم نہ ہو کیونکہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے تقدیم خدا سے تقدیم ہے۔ اسی وجہ سے ہر شخص پر احترامِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لازم کر دیا گیا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

ذکر اللہ اشارۃ الی وجوب احترام الرسول علیہ الصلٰوۃ والسلام والانقیاد لاوامرہ۔ (التفسیر الکبیر 163/14)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کے وجوب اور اوامر میں آپ کی اتباع کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔''

ذیل میں ہم چند آیات ذکر کرتے ہیں جو ادبِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتی ہیں:

۱۔ {یاایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرونo}۔(الحجرات:2)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے اونچا مت کرو اور جس طرح آپس میں اونچی آواز میں بات کرتے ہو اس طرح بھی نہ کرو کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔''

۲۔{ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیمo}۔(الحجرات:3)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پست رکھتے ہیں انہی کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے چن لیا ہے، ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔''

۳۔ {یاایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا

وللکفرین عذاب الیمo}۔(البقرۃ:104)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو) راعنا نہ کہو بلکہ کہو کہ ہم پر نظر فرمائیے اور بغور سن لو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

۴۔ {ان الذین ینادونک من ورآء الحجرات اکثرھم لا یعقلونo}۔(الحجرات:4)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو آپ کو حجرات کے پیچھے سے صدائیں لگاتے ہیں ان میں سے اکثر عقل ہی نہیں رکھتے۔''

۵۔ {لا تجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاo}۔(النور:63)

ترجمہ: ''رسول کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

ان تمام تر آیاتِ بینات میں ادب مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لازم قرار دیا گیا ہے۔اور اس بات کو ہر شخص جانتا ہے کہ جتنا اہم کام ہوگا اتنا ہی اہم حکم ہوگا یا جتنا اہم حکم ہوگا اتنا ہی اہم کام ہوگا چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالی کے تخلیقی امر کے جزو لازم ہیں جن کی بعثت کا مقصد حیاتِ انسانی کو چار چاند لگانا ہے سو آپ کی عقیدت و احترام کو لازم قرار دیا ویسے بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ

جب تک امیر کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اس کے ادب کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو تکمیل مشن کے امکانات نہیں ہوتے لیکن یہ تو ایک عام قاعدہ (General rule) ہے یہاں ہم اس ہستی کی بات کر رہے ہیں جن کے در کے گدا دنیا کے تمام مشن ہیں جو تعمیر انسانیت و معاشرہ کا مرکز و منبع ہیں سو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور آپ کا ادب ہر حال میں لازم و ضروری ہے۔

## اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل ان کان ابا ؤ کم و ابناؤ کم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ و اللہ لا یھدی القوم الفٰسقین۔(التوبۃ:24)

ترجمہ: فرما دیجیے: تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، تمہارا کمایا ہوا مال، ایسی تجارت جس کے ضائع ہونے کا تمہیں خوف ہو، اور ایسی رہائشیں جو تمہاری پسندیدہ ہوں، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہوں، اور اللہ کے راستے میں جہاد سے

بھی بڑھ کر ہوں تو اللہ کا حکم آنے کا انتظار کرو، اور اللہ فاسقوں کی جماعت کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اللہ و رسول ﷺ سے محبت کو نہ صرف لازم قرار دیا بلکہ تمام دنیاوی معاملات پر محبت کو ترجیح دینے کا حکم دیا نیز وعید اور فسق کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔

## شان نزول و مقصدیت

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

الآیۃ فی سبب نزولہا ثلاثۃ اقوال:

احدھا: انہا نزلت فی الذین تخلفوا مع عیالھم بمکۃ ولم یہاجروا۔ قالہ ابو صالح عن ابن عباس۔ والثانی: ان علی ابن ابی طالب قدم مکۃ فقال لقوم الا تہاجرون؟ فقالوا: نقیم مع اخواننا و عشائرنا و مساکننا فنزلت ھذہ الآیۃ، قالہ ابن سرین۔ والثالث: انہ لما نزلت الآیۃ التی قبلہا، قالوا یا رسول اللہ ﷺ ان نحن اعتزلنا من خالفنا فی الدین، قطعنا اباءنا و عشیرتنا، و ذھبت تجارتنا، و خربت دیارنا فنزلت ھذہ الآیۃ۔ (زاد المسیر 361/3)

اس آیت کے نزول کے اسباب پر تین قوال ہیں:

۱۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے بچوں کے ساتھ مکہ میں ہی رکے رہے اور ہجرت نہیں کی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں تشریف لائے اور لوگوں سے کہا: کیا تم ہجرت نہیں کرو گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے بھائیوں، برادریوں اور گھروں میں ہی رہیں گے، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۳۔ جب اس سے پہلی آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین میں مخالفت کے سبب ہم علیحدہ ہوئے، اپنے بڑوں اور برادریوں سے قطع تعلقی کی، ہماری تجارت گئی، ہمارے شہر خراب ہوئے، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول سے ہی اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت وصحبت اور اسلام کی خاطر قربانی کا شعور نہیں تھا اور انہوں نے ہجرت کی بجائے اپنے گھروں ، بیوی بچوں، بھائیوں، رشتہ داروں، برادریوں اور مال وتجارت کو ترجیح دی ، اللہ تعالی نے ان کی دنیاوی خواہشات کو رد کر دیا اور ان کے فسق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عذاب کے لیے تیار رہنے کا عندیہ دیا۔

آیت کریمہ کے نزول کا اہم مقصد یہ ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی محبت کو ایمان کا جزو لازم دینا ہے دنیا کی ہر تمنا و آرزو، چاہے مال و دولت کی ہو یا تجارت کی، بیوی بچوں کی ہو یا برادریوں کی، زمینوں کی ہو یا مکانوں کی، گویا دنیا کی ہر خواہش اللہ و رسول ﷺ کی محبت کے آگے کسی اہمیت کی حامل نہیں جب ایک طرف اللہ و رسول ﷺ کی محبت کی بات ہو اور دوسری طرف دنیاوی معاملات کی تو سب چیزیں بعد میں اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت پہلے ہونا لازم ہے۔

یہاں انسانی ایمان واعمال کا ترازو و میزان پیش کر دیا گیا ہے کہ اگر کوئی اپنے ایمان و اعمال کی اہمیت و قیمت کا اندازا لگانا چاہے تو ایک طرف دنیاوی معاملات و خواہشات اور تمنائیں وآرزو اور دوسری طرف اللہ ورسول ﷺ کی محبت، جس طرف رجحان و میلان زیادہ ہوگا نتیجہ اسی طرف ہوگا اور اللہ ورسول ﷺ سے محبت والفت کا رجحان و میلان زیادہ ہوگا تو ایمان واعمال کی اہمیت بڑھ جائے گی بصورت دیگر ایمان واعمال کسی اہمیت کے حامل نہیں ہوں گے۔

## محبت کیا ہے؟

لفظ محبت میم کے فتحہ کے ساتھ ہے، جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا: {و القیت علیک محبۃ منی}۔ (طہ:39)

اور حب (ح، ب، ب) سے ماخوذ ہے، جس سے مراد: مائل ہونا ، پسندیدہ ہونا، دوستی رکھنا، میلان رکھنا، دل پسند اور محبوب ہونا ہے۔

## علامات محبت

جب کسی کو کسی چیز سے محبت ہوتی ہے تو اس کا میلان اسی کی طرف زیادہ ہوتا ہے جس طرح ماں، باپ کی محبت بچوں سے ،زمین داروں کا میلان زمینوں کی طرف، محقق کا میلان کتابوں اور تحقیق کی طرف، وغیرہ۔

اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا نہ صرف یہ ہے کہ ان کی طرف میلان ہو، ان سے محبت ہو بلکہ ان تمام چیزوں سے بڑھ کر ہو، اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل نمونہ واسوہ بنا کر مبعوث فرمایا اور ان سے محبت وقربت کو اپنی محبت وقربت قرار دیا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی محبت کو کامل ایمان قرار دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔ (صحیح بخاری 23/1)

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی کامل مؤمن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے والد، بچے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ودل پسند نہ ہوجاؤں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان ان یکون الله و رسوله احب الیه مما سواهما و ان یحب المرء لا یحبه الا لله و ان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یقذف فی النار۔ (صحیح بخاری 26/1)

ترجمہ: جس میں تین چیزیں موجود ہیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔

۱۔ اللہ و رسول ﷺ اس کو تمام چیزوں (یعنی جو اللہ اور رسول کے سوا ہے) سے بڑھ کر محبوب و دل پسند ہوں۔

۲۔ کسی بھی شخص سے محبت صرف اللہ کے لیے کرے۔

۳ اس کو کفر کی طرف جانا ایسے ہی ناپسند ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہوتا ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا حصہ و جزو لازم ہے جس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی دو اقسام ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات و صفات سے محبت

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت و سنت سے محبت

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات سے محبت

اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراپائے حسن و جمال بنایا آپ کے جسد اقدس میں خوبصورتی یوں ودیعت کر دی کہ دنیا کی ہر چیز کی خوبصورتی اوراس کا نوراس مہر و چاند کے آگے بے نور و ماند دکھائی دیتی ہے ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا والضحی چہرا، والليل زلفیں ،یٰسین دندان ، مازاغ کا جل ،الم نشرح سینہ،آپ کے کان ،آپ کی بینی مبارک ،آپ کے دست و پا اور جسم کا ہر ہر عضو اپنے اندر کمال حسن و جمال سمیٹے ہوئے خوبصورتی کا پیکر ہے،آپ تمام حسن و جمال کا مرکز و محور اور منبع ہیں ،سوز صدیق اکبر، عشق بلالی ،محبت جامی اس پیکر حسن و جمال پر فدا ہیں ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات وصفات کے اعتبار سے ہیں ہی اس قابل کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی جائے ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال اور صفات کا ہر جگہ تذکرہ کیا جائے ، ہر محفل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کیا جائے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں خود کو تڑپایا جائے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرقت وجدائی میں آنسو بہائے جائیں ،ساری چیزوں کو آپ کی یاد کے وقت بھلا دیا جائے ،۔بس آپ کو ہی یاد کیا جائے ،بس آپ کو ہی یاد کیا جائے اور بس آپ کو ہی یاد کیا جائے۔

اور اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے متعلق نازیبا کلمات بولے تو

اس کی نہ صرف زبان بندی کی جائے بلکہ اس کو واصل جہنم کیا جائے کیونکہ محبوب کے دشمن سے عداوت رکھنا اصول محبت ہے اور محبوب کے دوستوں سے محبت رکھنا علامت محبت ہے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت وسنت سے محبت

یہ بھی تقاضائے محبت ہے کہ جس سے محبت ہو اس کے طریقہ حیات کو اپنایا جائے تا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی بھی عادت اس کی رضا کے خلاف ہو اور اسے ناپسند ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت وسنت مبارکہ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی اشاعت کی جائے، اس کی حمایت وتائید اور دفاع کیا جائے، اور اس کے لیے جان فدا کی جائے۔

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت مبارکہ کی دو حیثیتیں ہیں

:

۱۔ انفرادی سنت

۲۔ اجتماعی سنت

## انفرادی سنت

ایسا طریقہ مبارکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انفرادی طور پر اختیار

فرمایا ہے جس طرح احکامات الہیہ کی پابندی جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، اور حلال چیزوں کو حلال جاننا اور حرام چیزوں کو حرام جاننا، اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرنا، اللہ کے دین کی خاطر خود کو دن رات لگا دینا، ہر چیز سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنا، اپنا شب وروز اللہ کے دین کی خاطر گزارنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا، سوتے، اٹھتے اللہ کو یاد کرنا، مسواک کرنا، ہر وقت حالت وضو میں رہنا، صفائی وطہارت کا خوب خیال رکھنا، اللہ تعالی سے استغفار کرتے رہنا وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں کو جانا جائے، ان کا فہم حاصل کیا جائے، مطالعہ سیرت کو اپنے لیے لازم قرار دیا جائے، سنت مبارکہ پر آگاہی حاصل کرنے کے لیے محدثین سے درس حدیث حاصل کیا جائے، اور پھر ان تمام مذکورہ انفرادی سنتوں کو محبوب کی ادائیں سمجھ کر ادا کیا جائے اور ہر حال میں مخالفت سنت سے بچا جائے، اور اپنے سیرت وکردار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وکردار سے ہم آہنگ بنانے کی کوشش کی جائے۔

## اجتماعی سنت

ایسا طریقہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرتی طور پر اختیار فرمایا ہو،

جس طرح لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا ، اچھے اخلاق سے پیش آنا ،معاشرے کی بہترین تشکیل کے لیے دن ،رات کوشاں رہنا،،حدود دین کا تعین اور قوانین دین کی پاسداری کرنا،غیبت ،چغل خوری،معاشرتی فساد و بگاڑ،حقوق میں ڈاکہ زنی،قتل و غارت گری کے خاتمہ کے لیے ہمہ تن کوشش کرنا،اہل وعیال اور رشتہ داروں اور تمام مسلمانوں بلکہ بعض مقامات پر غیر مسلوں سے بھی حسن سلوک کرنا، دین متین کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف و مشغول رہنا،لوگوں کو گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر راہ ہدایت پر لانے کے لیے کوشش کرنا،اپنے اوپر باقیوں کو ترجیح دینا،عفوو درگزر کرنا، پیغام محبت واخوت دینا،کسی کا دل نہ دکھانا، ہر ایک کی عزت نفس کا خیال رکھنا ،عورتوں و بچوں اور بوڑوں کو ان کے حقوق دینا وغیرہ۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کے اس اجتماعی طریقہ کار کو اپنا یا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادائیں سمجھ کر اپنے اوپر ان کا نفاذ کیا جائے تا کہ خود معزز ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرہ بھی صاحب اقدار ہو جائے۔

## تقاضائے محبت

ان تمام اشیاء کو اپنے اوپر لازم کرنے کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

محبت ہے اس وقت تک دعوی محبت کامل نہیں ہے جب تک محبت کے اثرات ظاہر نہ ہوں کیونکہ تقاضائے محبت یہی ہے کہ:

☆ محبوب کے حکم کی تعمیل کی جائے۔

☆ محبوب کے عمل کے مطابق عمل کیا جائے۔

☆ محبوب کو یاد کیا جائے اور زبان پر کثرت سے اس کا ذکر ہو۔

☆ محبوب کے اقرباء کی قدر کی جائے۔

☆ محبوب کی پسند اپنی پسند اور اس کی ناپسند سے نفرت کی جائے۔

☆ محبوب کی باقیات و آثار سے محبت کی جائے۔

☆ محبوب کی شان بے نیازی کا تذکرہ کیا جائے۔

☆ محبوب کے اوصاف جمیلہ وحمیدہ کو کثرت سے بیان کیا جائے۔

☆ محبوب کے لیے اپنی جان فدا کی جائے۔

☆ محبوب کے ہر عمل کی حمایت وتائید کی جائے۔

اس کے سوا محبت کی کاملیت میں کوئی چارہ نہیں، سب دعوے بیکار ہیں ،نہ محبوب راضی نہ انسان، انسان کامل ،اس لیے محبت و عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویداروں کو خود کو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانچہ میں ڈھال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار کرنا چاہیے۔

# اللہ اور رسول ﷺ کی حاکمیت

## حاکمیت

حکم سے ہے جس کا معنی ہے فیصلہ کرنا۔اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی حاکمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**{وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللا مبيناO}**۔(الاحزاب:36)

ترجمہ: ''کسی مومن اور مومنہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ فرمانے کے بعد اپنے معاملے کا اختیار نہیں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حاکمیت (حقیقی) کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حاکمیت (نیابتی) کا ذکر کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کو مومنین کے لیے مختار کل قرار دیا ہے اور آپ کے ہر فیصلہ اور حکم پر سر تسلیم خم کرنے کا حکم اور نہ ماننے پر کھلی گمراہی کی وعید سنائی ہے۔

ظاہر ہے کوئی شخص کسی علاقے کا کونسلر یا ناظم یا پنچائیت یا سربراہ ہوتا ہے اور کوئی ضلعی سطح پر اور کوئی صوبائی یا وفاقی عہدہ رکھتا ہے اور کوئی

پورے ملک کا صدر و حاکم ہوتا ہے لیکن یہاں کسی علاقے یا ملک کی بات نہیں پورے عالم اسلام کی بات ہو رہی ہے۔ عالم اسلام کے دینی و دنیاوی اور تشریعی نظام کی بات ہو رہی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ سب سے پہلے ریاست مدینہ کے حاکم بنے اور پھر یہ سلسلہ ایک انقلاب کی شکل میں پھیل گیا اور

رسول کریم ﷺ ایک بہترین اور جامع حاکم قرار پائے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک شارع بھی تھے یہاں تک کہ آپ کے پاس اللہ کی عطا اور حکم سے ایسے اختیارات تھے کہ اگر کسی نے حج کی فرضیت کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حج ہر سال نہیں زندگی میں ایک بار فرض ہے اور کبھی ایک کی گواہی کو دو کے برابر قرار دیا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی تشریعی حاکمیت کی دو مثالیں ہیں۔

ایسا کوئی حاکم نہیں کہ جس کے پاس کل کائنات کے اختیارات واحکام شرعیہ وامورِ دینیہ مکمل اختیار کے ساتھ ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے سیاہ وسفید کا مالک ہو یہاں تک کہ آپ کے تصرفات واحکام صرف جن وانس تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ آپ کی حاکمیت میں ایسی جامعیت وتمامیت تھی کہ اگر پتھر کو اشارہ کرتے تو وہ چلتا ہوا حاضر ہو جاتا اور کبھی کائنات کی ہر چیز

خود بخود آپ کی اتباع واطاعت میں لگ جاتی جس طرح بوقت قضائے حاجت درختوں کا حاضر ہونا، پتھروں کا درود وسلام پڑھنا وغیرہ۔

اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاکمیت ہر قوم اور ہر عالم پر مسلم ہے چاہے وہ عالم ناسوت ہو یا ملکوت، وہ حیوانات ہوں یا جمادات ونباتات ہوں۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی مومن ومسلم، قوم، قبیلہ، گورنمنٹ یا حکومت کی طرف سے بنائی ہوئی کمیٹیاں، عدالتیں، پنچائیتیں، سینٹ، پارلیمنٹ، ایوان صدر، نظریاتی کونسل وغیرہ کسی کو اس معاملے کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کو پس پشت ڈال کر اپنی من مانی کر کے یا ایسی راہیں تجویز کرے کہ حلیۂ اسلام بگڑتا ہوا نظر آئے۔

آج ہم اپنے ملک کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن اس ملک کے باشندوں نے کبھی سوچا کہ جس مقصد کے لیے ہمارے اسلاف نے اس ملک کو حاصل کیا تھا کیا ہم نے اس کو پورا کیا؟ اس کے نام کا پاس رکھا؟ کتنے لوگ قتل ہوتے، آئے روز کچہریوں میں، تھانوں میں، محلوں میں، قریہ قریہ، نگر نگر قتل وغارت، چوری، ڈکیتیوں کا بازار گرم ہے

کتنے لوگوں کو پھانسی دی گئی؟ کتنے لوگوں کے ہاتھ کاٹے گئے؟ تھانوں میں روپے بٹور کر قاتل کو حاکم اور بدمعاش بنادیا جاتا ہے، بیچارے مقتول اور مظلوم کے وارثین عدالتوں کے چکر کاٹ کاٹ کر اپنی ساری زمینیں بیچ کر بغیر کسی نتیجے کے اپنے گھروں کو لوٹ آتے ہیں۔ کئی سال تک کیس (Case) عدالتوں میں التواء کا شکار ہوتے ہیں لیکن طاقتور اور پیسے والے لوگ تھانوں پر اور عدالتوں پر راج کرتے ہیں اور طاقت کے بل بوتے پر ہر جگہ دندناتے پھرتے ہیں۔ ایک معروف انگریزی مقولہ ہے:

Law is always the slave of the riches.

اگر کوئی منصف آ ہی جاتا ہے تو اس کے راستے پر کانٹے بچھا دیے جاتے ہیں یا اس کا تبادلہ (Transfer) کروا دیا جاتا ہے یا اس کو نا اہل (Dismiss) کر دیا جاتا ہے یا اسے اس قدر مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ خود ہی مستعفی (Resigned) ہو جاتا ہے۔

کاش نظامِ مصطفی ﷺ کا قیام ہو جائے تو ہر طرف قتل و غارت کی بجائے احترامِ انسانیت ہو چوری وڈاکہ کے بجائے لوگوں کے مال و اسباب کی حفاظت ہو، عدالتیں اور کچہریاں ذلیل و رسوا کرنے کی بجائے عدل و انصاف فراہم کریں، انصاف پیسوں کے عوض نہ بکے، قانون تک ہر شخص

کی رسائی ہو۔ اگر یوں ہو جائے تو پوری دنیا میں مسلمانوں کی جاہ وجلالت کے ڈنکے بجیں اور پھر سے اسلامی انقلاب اقوامِ عالم کا مقدر بن جائے۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ جب علمائے کرام نفاذِ نظام مصطفی ﷺ کا اعلان کرتے ہیں تو بیرونی غیر مسلم قوتیں دخل اندازی (Interferance) کرتی ہیں اور ہر طریقہ اور حربہ استعمال کر کے مدارس اور علماء کو بدنام کرنے کی سر توڑ کوششیں کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ضعیف الاعتقاد مسلمان ان یہود و نصاریٰ کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر اپنی سوچوں کے قیدی بن کر رہ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آزادی وحاکمیت کا تصور ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور پھر سے غلامی و بربریت کی حکومت غالب آجاتی ہے۔

## شانِ نزول ومقصدیت

اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول ہم نے نافرمانی والے باب میں ذکر کر دیا ہے۔ یہاں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ کا قول ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کو مزید سانچۂ حقیقت میں ڈھالا جاسکے۔

یہ آیت حضرت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب حضور نبی اکرم ﷺ کی

پھوپھی کے حق میں نازل ہوئی کہ حضور ﷺ نے زید بن حارثہ جو حضور ﷺ کے لے پالک تھے ان کے نکاح کے لیے زینب کو پیغام دیا جسے حضرت زینب اوران حضرت نے قبول نہ کیا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت زینب وغیرھا راضی ہوگئے اور حضرت زید کا نکاح حضرت زینب سے کردیا گیا۔

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے حکم اور مشورہ میں فرق ہے۔حکم پر سب کوسر جھکانا پڑے گااور مشورہ کے بارے میں قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوگا۔اسی لیے یہاں قضی اللہ و رسولہ فرمایا گیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

{وشاورھم فی الامر}۔(آل عمران:159)

معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو اختیار نہیں ہوتا اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کردیں تو وہ حرام ہوجائے گی جیسے حضرت کعب کے لیے ہوا۔غرضیکہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے دین و دنیا کے معاملات کے مالک ومختار ہیں۔

اس سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ امر وجوب کے

لیے ہوتا ہے دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مومن کے جان و مال کے مالک ہیں تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ماں باپ کے حکم سے زیادہ اہم ہے چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔ دیکھو عورت کو اپنے نفس کا اختیار ہوتا ہے کہ کسی سے اپنا نکاح کرے یا نہ کرے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اسے اپنے نفس کا بھی اختیار نہیں۔

(شان حبیب الرحمان)

# اللہ اور رسول ﷺ کی حاکمیت تسلیم کرنا ہر حال میں ضروری ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون٥}۔(النور:48)

ترجمہ: ''جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تب ان میں سے ایک گروہ اعراض کرنے لگتا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

{انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا اسمعنا واطعنا واولئک ھم المفلحون٥}۔((النور:51)

ترجمہ: ''بے شک مومنین کا کہنا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں وہ کہیں کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی اور وہی لوگ کامیاب وکامران ہیں۔''

ان آیات طیبات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حاکمیت، قضا اور اس کے ماننے یا نہ ماننے والوں کا بیان ہے اور یہ بتایا جارہا ہے کہ جس کو رسول ﷺ کا حکم یا فیصلہ منظور نہیں وہ حکم خدا سے گریزاں اور رو گرداں ہے اور جو منظور کرلے تو کامیاب وکامران ہے۔

## شانِ نزول اور مقصدیت

نزلت ھذہ الآیۃ فی بشر المنافق کانت بینه و بین الرجل من الیھود خصومة فی ارض فقال الیھودی نتحاکم الی محمد ﷺ وقال المنافق نتحاکم الی کعب بن الاشرف فان محمدا یحیف علینا فانزل اللہ الایۃ۔ (التفسیر للبغوی 352/3)

ترجمہ: ’’یہ آیت کریمہ بشر منافق کے بارے میں نازل ہوئی اس کا اور ایک یہودی کا زمین کے بارے میں جھگڑا ہوگیا تو یہودی کہنے لگا ہم محمد ﷺ سے فیصلہ کروائیں گے اور منافق کہنے لگا ہم کعب بن اشرف سے کروائیں گے کیونکہ محمد ﷺ ہم پر ظلم کریں گے۔‘‘

### مقصدیت

نزولِ آیاتِ کریمہ کا مقصد حضور نبی اکرم ﷺ کی امانت ودیانت، آپ کی حاکمیت، عہدہ ٔقضا، پاکدامنی، سچائی وراستی کو بیان کرنا، آپ کی اطاعت واتباع اور پیروی کو لازم قرار دینا، اپنے ذکر کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی نیابتی حاکمیت پر مہر ثبت کرنا اور منافقین کی چالبازیوں کو منظر عام پر لانا تاکہ اُن کا دایاں دکھا کر بایاں مارنا روزِ روشن کی طرح عیاں وآشکارا ہوجائے اور اُن کے ناپاک عزائم بے مراد ہوجائیں اور

ان کا خدا سے حبیبِ خدا کو بیگانہ متعارف کروانے کا تصور غیر متصور ہو جائے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی حاکمیت ثابت ہو جائے۔ ظاہر ہے منافقین جن کا باطن اور ہو اور ظاہر اور ہو تو وہ لوگ کیا فیصلے کر پائیں گے؟ حاکمیت اور قضا کے لیے عدالت ہر حال میں شرط ہے اور منافقت تو عدالت کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ہی زیبِ مسندِ عدالت ہو تو حقوق العباد کا تحفظ ممکن ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیابتِ حاکمیت کے عہدہ سے سرفراز فرمایا تا کہ جملہ عالم کو اُن کے حقوق میسر ہو سکیں اور ویسے بھی حاکمیت کی تقسیم جو آپ نے اس حدیث میں فرمائی کہ ’’کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ‘‘۔ ہر حاکم سے اس کی رعایا کے بارے سوال ہوگا یعنی حضور نبی اکرم ﷺ نے پوری دنیا کی تنظیم سازی کی اور یہ قانون جاری فرمادیا کہ ہر ملک، ہر علاقہ، ہر گھر اور ہر دو انسانوں کے ساتھ ایک تیسرا حاکم ہوگا اور اُسے حساب دینا ہوگا۔ یہ روایت بھی آپ کی کامل حاکمیت پر دال ہے۔

## اللہ اور رسول ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والا مریض یا شکی ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{أفی قلوبھم مرض ام ارتابو ام یخافون ان یحیف اللہ علیھم ورسولہ بل اولئک ھم الظالمون O}۔(النور:50)

ترجمہ: ''کیا ان کے دلوں میں بیماری یا شک ہے یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا بلکہ وہ ہی ظالم ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے فیصلوں اور حاکمیت میں شک کرنے والوں کو قلبی و ذہنی مریض و شکی اور ظالم قرار دیا جا رہا ہے اور ان کی عدالت و ثقاہت کے ناقص ہونے پر مہر ثبت کی جا رہی ہے چونکہ ظلم، عدل کی ضد ہے اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی صفت عدل کے مقابلے میں منافقین کو صفت ظلم سے متصف کیا جا رہا ہے لہٰذا جو کوئی بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی عدالت و ثقاہت اور حاکمیت پر ذرا برابر بھی شک کرے گا وہ اپنی عدالت و ثقاہت سے محروم قرار پائے گا۔

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ماقبل آیت میں بیان کر دیا گیا ہے۔

# اللہ ورسول ﷺ کی ولایت

## ولایت کا معنی ومفہوم

و،ل،ی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے دوست، مددگار، معاون وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور نبی کریم ﷺ کی ولایت ومعیت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم رٰکعون o ومن یتول اللہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون o}۔(المائدۃ 55-56)

ترجمہ: ”بے شک تمہارا دوست اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (بارگاہِ خدا میں) جھکنے والے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کو دوست رکھے گا پس اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کو مژدۂ جانفزا سنایا ہے جنہوں نے کفار و یہود کے چھوڑ دینے کی وجہ سے اپنے آپ کو تنہا سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ اور مومنین کی معیت و معاونت کا یقین دلایا اور ان کے تصورِ فرقت وخلوت کو تصورِ بیعت وصحبت میں بدل دیا

اور اپنی اور اپنے محبوب کی معاونت کا اعلان فرما کر تسلی و تسکین قلب عطا فرما دی۔

## شانِ نزول و مقصدیت

قال جابر بن عبداللہ: جاء عبداللہ بن سلام الی النبی ﷺ فقال یارسول اللہ ان قومنا قریظة والنضیر قد ھجرونا وفارقونا واقسموا ان یجالسونا فنزلت ھذہ الآیة فقرء ھا علیہ رسول اللہ ﷺ فقال: یارسول اللہ ﷺ! رضینا باللہ وبرسولہ وبالمومنین اولیاء۔ (تفسیر البغوی:72/3)

ترجمہ: ’’حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ: عبداللہ بن سلام بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ! بے شک ہماری قوم قریظہ اور نضیر نے ہمیں چھوڑ دیا اور الگ ہو گئے اور قسمیں کھا لیں کہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھیں گے پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاوت اُن کے سامنے فرمائی تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہم اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے مددگار ہونے پر راضی ہو گئے۔‘‘

بعض کے مطابق یہ آیتِ مبارکہ حضرت عبادہ بن صامت اور بعض

کے مطابق حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن کو کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں اپنے آپ کو تنہا نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ توحید کے اثرات میں سے پہلا اثر جو ایک مومن پر پڑتا ہے وہ شجاعت و بہادری ہے اور مایوسی کا خاتمہ ہے لہٰذا صاحبِ ایمان کو ہر وقت اللہ کی معیت پر فخر ہونا چاہیے۔

ایک بہت بڑی بیماری جو بعض مسلمانوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم یہود و نصاریٰ سے دور ہو گئے یا اُن سے معاہدے ختم کر لیے تو ہماری معیشت تباہ ہو جائے گی۔ یہ ایک انتہائی غلط خیال ہے۔ یہی ہماری پارلیمنٹ کے بعض ایم۔این۔اے (MNA)، ایم۔پی۔اے (MPA) اور وزراء (Ministers) کو بھی لگی ہوئی ہے اور بعض فوجی افسران، مذہبی جماعتوں کے راہنما اور عوام الناس کے نمائندگان کو بھی اور بعض پڑھے لکھے جاہلوں کو بھی جو پیسے کی خاطر اپنا ایمان اور ملک کی سلامتی کا سودا کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کا بوجھ اپنے سر لے رہا ہوں یا وہ ملک جس نے مجھے جنم دیا، جس میں میری پرورش ہوئی مجھے اپنے اوپر رہنے کے لیے ٹھکانہ دیا میں اسی وطنِ عزیز کے ساتھ غداری کر رہا ہوں؟

کاش! ابھی بھی لوگ یہ بات سمجھ جائیں اور اس خدا داد اسلامی ریاست کی حفاظتکر کے سچا اور مخلص مسلمان ہونے کا ثبوت دیں۔

جب تک صاحبِ ایمان اپنا جذبۂ ایمانی سلامت رکھتے ہوئے حقیقتاً بارگاہِ الٰہی میں سربسجود نہ ہو اس کو وہ لطافت و سکونت کبھی حاصل نہیں ہو سکتی اور اسلام سے دوری اور دنیاوی عیاشیاں یہ عندیہ دے رہی ہیں کہ تمہارا راستہ صراطِ مستقیم نہیں بلکہ خواہشاتِ دنیا ہے۔

یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جب کسی انسان کا تعلق کسی مال و زر والے یا بڑے عہدے والے کے ساتھ ہو گا تو وہ اپنے آپ کو صاحب مال اور صاحب حیثیت تصور کرے گا لیکن اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو حاکمیت اعلیٰ اور اعلیٰ اقتدار کا مالک خدا تعالیٰ ہے جس نے کائنات بنائی اور پھر نظامِ کائنات کو چلایا وہی مالک و خالق اور حقیقی مختارِ کل ہے تو جس کا تعلق اس ذات کے ساتھ ہو جاتا ہے تو اس کا مقام و مرتبہ و منزلت و حیثیت ساری کائنات سے جداگانہ ہو جاتی ہے پھر وہ دیکھتا ہے تو خدا کے نور سے، چلتا ہے تو خدا کی طاقت سے۔ گویا کہ اس کو ایسی معیتِ خداوندی مل جاتی ہے کہ روئے زمین پر وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا بلکہ دنیا و آخرت کا وارث بن جاتا ہے۔

پس یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی پشت پناہی کبھی بھی ایک

مومن کے لیے فائدہ مند نہیں ہوسکتی کیونکہ کافر کبھی بھی مومن کا سچا اور حقیقی دوست نہیں ہوسکتا اور اگر آج دوست ہے تو کل نہیں، کل ہے تو پرسوں نہیں۔

یہ عزت وغلبہ اپنی قوم ہی سے ملتا ہے اور ان سے ترکِ تعلق اور کفار سے دوستی ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

## اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت

خالق ارض وسماء نے کائنات کو بنایا، شمس وقمر، شجر وحجر، بحر وبر، جن وبشر سب اس کی تخلیق کا مظہر ہیں۔ پھر نظام کائنات کی اصلاح ودرستی کے لیے ملائکہ ورسل کو ذمہ داریاں سونپ دیں، کائنات کے انتظامی وانصرامی اُمور کے لیے ملائکہ اور اصلاحی اُمور کے لیے انبیاء ورسل علیہم السلام کا انتخاب فرمایا۔ یہاں تک کہ افضل وخاتم الانبیاء، امام الرسل، اصلِ کائنات، جانِ کائنات، شانِ کائنات، محسنِ کائنات، ہادی ورہبرِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو راہِ ہدایت کا راہی بنانے کے لیے مبعوث فرمایا اور آپ کی ذاتِ طیبہ کو صفاتِ جمیلہ وخصائل حمیدہ کے ساتھ منتہائے کمال تک پہنچایا جو ہر عیب ونقص سے مبرا وپاک ہے اور پھر اس کو امت کے لیے نمونۂ عمل بنادیا گیا اور لبادۂ کاملیت واکملیت، جامعیت وتمامیت، عالمگیریت وہمہ گیریت اوڑھا کر حیاۃِ طیبہ مبارکہ کا ایک ایک

گوشہ، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ محفوظ کر کے زیبِ قرطاس کر دیا تاکہ (پنجابی مقولہ ہے: ''ہر بُھکھا پھل کھاوے'') ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے انسان آپ کی سیرتِ طیبہ پر عمل پیرا ہوں اور آپ کی اطاعت و اتباع میں کامیاب و کامران ہو جائیں۔

## اطاعت سے مراد

جملہ اصول وضوابط اور وہ امور جن کا صدور حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے ہوا ہو خواہ وہ وحی متلو (قرآن کریم) ہو یا وحی غیر متلو (سنت مبارکہ) ان سے ثابت شدہ احکامات و امور چاہے ایمانی ہوں یا اعتقادی، معاملاتی ہوں یا عباداتی، قصاصی ہوں یا جنائی، قانونی ہوں یا عدالتی و پنچائیتی، دینی ہوں یا اخروی، انفرادی ہوں یا اجتماعی، خارجی ہوں یا داخلی، جنگی ہوں یا دفاعی، اصلاحی ہوں یا جدالی وقتالی، فلاحی ہوں یا ریاستی و حکومتی، مسلم حقوق ہوں یا ذمی، معاشرتی و سماجی ہوں یا معاشی و عمرانی، اقتصادی و تجارتی ہوں یا مالی و بدنی، مادی ہوں یا روحانی، تعلیمی ہوں یا تبلیغی تمام امور میں حضور ﷺ کی پیغمبرانہ اور حاکمانہ حیثیت کی اتباع کا نام اطاعت ہے جن لوگوں کا خیال ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حیثیت مبارکہ حاکمانہ تھی نہ کہ پیغمبرانہ جس طرح کہ بعض مستشرقین اور منکرین

حدیث کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صرف اتنا کام تھا کہ آپ اس امت تک خدا کی طرف سے قرآن کریم پہنچاتے ،اس کے علاوہ جو آپ نے حکومت کی ہے وہ حاکمانہ حیثیت سے تھی نہ کہ پیغمبرانہ یہ ھبا منثورا اور زعم باطل کے سوا اور کچھ بھی نہیں کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد دنیاوی حکمرانی نہیں تھا بلکہ بحیثیتِ پیغمبر، قرآن کریم کی جامعیت کی تکمیل ،اجمال کی تفصیل ،اشکال کی توضیح ،اطلاق کی تقیید، عموم کی تخصیص ،احکام خداوندی کی تنفیذ، حرام کی تحلیل اور حلال کی تحریم اور ایسے امور جن کا تعلق وحی خداوندی (غیر متلو) سے ہے ان کی ترسیل بھی مقصد بعثت تھا ظاہر ہے نیابتی حاکمیت، حقیقی حاکمیت کی تفصیل وتشریح اور یہ حقیقت منصۂ شہود پر جلوہ گر ہے کہ جب تک تفصیل وتشریح کا سہارا نہ لیا جائے تو مجمل اپنے دائرہ اجمال کا حصہ بن کر رہ جاتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ تفصیل وتشریح متن کا حسن ہوتی ہے لہذا یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ نیابتی حاکمیت حقیقی حاکمیت کا حسن ہے گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی انوار و معاملات الٰہی کا مظہر اتم ہیں اور جس طرح مجمل کے لئے مفصل اور مشکل کے لئے موضح کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی رموز و اسرار الٰہی کی تفہیم کے لئے ایسی ذات مبارک کی ضرورت ہے جو خود ترجمان باری تعالیٰ ہو۔

مثال کے طور پر قرآن کریم کی ہر آیت کے نزول کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاتبین وحی اور باقی صحابہ سے فرمایا کہ یہ قرآنی آیات ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "یہ قرانی آیات" ہیں یہ حدیثِ نبوی ہوئی اور جو منزل من اللہ ہے وہ قرآن مجید۔لہذا قرآن کریم کی پہچان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی احتیاج اور ضرورت ہر حال میں ہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر قرآن کریم اپنی نزولی وقانونی حیثیت کھو بیٹھے گا پس اس کے سوا چارہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین اور سیرت طیبہ کو حجت مانا جائے پس قرآن کریم کے ساتھ آپ کی سنت مبارکہ کی اطاعت ہر حال میں لازم و ضروری ٹھہری اور آپ کی پیغمبرانہ اور حاکمانہ حیثیت کی اطاعت واتباع بھی لازم قرار پائی۔

اس کے علاوہ بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن کریم کی نزولی حالت محتاجِ بیانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ایسے ہی اس کی تشریح وتوضیح بھی ہے جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ جو بنیادی ارکانِ اسلام ہیں ان کی فرضیت تو قرآنِ کریم سے ثابت ہے مگر نماز کی تعداد اور رکعات کی تعداد اور روزہ کے مختلف مسائل ،حج کا زندگی میں ایک بار فرض ہونا اور زکوۃ کا نصاب قرآن کریم میں بیان نہیں کیا گیا جو

آپ ﷺ کا بیان کردہ ہے پس معلوم ہوگیا کہ اسلامی قانون اپنی تکمیل میں حضور سراج منیر ﷺ کا محتاج ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کی تمام تر عطائیں تحفہ خداوندی ہیں۔

رہی ان لوگوں کی بات جو معترضین یا منکرین ہیں ان کے ساتھ اس سلوک کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی اس دنیا میں اپنی کوئی ایسی حیثیت نہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جو حضور ﷺ کے مناصب کا قائل نہیں وہ کبھی بھی قرآنی احکامات کو تسلیم نہیں کرتا ہوگا یہ سب دشمنانِ اسلام کی سازشیں اور پروپیگنڈے ہیں ورنہ قرآن پاک کی حجیت کے جھوٹے دعوے دعوے دار، منکرینِ حدیث اسی کی روشنی میں بیان کردہ حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور اتباع سے منحرف اور روگرداں نہ ہوتے یہاں چونکہ اس کی تفصیل ہمارا مقصد نہیں اس لئے اس کو انتہائی اختصار سے بیان کیا۔

**تفصیل کے لیے ہماری کتب "حدیث وسنت بحیثیت قانون و حجت" اور "کتابتِ حدیث" کا مطالعہ فرمایے۔ (ڈاکٹر ندیم اسلمی)**

# قرآن کریم کی روشنی میں اطاعت و اتباع رسول ﷺ کا حکم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلناک علیهم حفیظاO}۔(النساء:8)

ترجمہ: ”جس نے رسول کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو آپ اُن پر نگہبان و محافظ نہیں ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔

## شانِ نزول و منافقین کا ردِ بلیغ

یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب منافقین اپنی تنگ نظری، کج روی، بے ایمانی، ہٹ دھرمی اور عداوت کا ثبوت دے رہے تھے۔

حضور نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ۔ (صحیح بخاری 9/61)

ترجمہ: ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“

یہ سن کر منافقین بولے: ارے یہ شخص تو چاہتا ہے کہ ہم اسے رب مان لیں جس طرح نصاری نے عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنا لیا تھا پس منافقین کے جھوٹے کلام کا رد کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کا نزول فرمایا کہ: ’’جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے زعمِ باطل کا ردّ فرماتے ہوئے توحید ورسالت اور قربتِ مصطفی کریم ﷺ اور رفعت وعظمتِ جانِ کائنات ﷺ کو بھی بیان فرمادیا۔

## امام طبری کا قول

امام طبری فرماتے ہیں:

وھذا اعذار من اللہ الی خلقه فی نبیه محمد ﷺ یقول اللہ تعالیٰ ذکرہ لھم من یطع منکم، ایھا الناس محمداً فقد اطاعنی بطاعتہٖ ایاہ فاسمعوا قولہ واطیعوا امرہ فانه مھما یامرکم به من شیءفمن امری یامرک ومانھاکم عنه من شیءفمن نھی فلایقولن احدکم: انما محمد بشر مثلنا یرید ان یتفضل علینا۔‘‘(جامع البیان 561/8) ترجمہ: ’’اور یہ اللہ کا اپنے نبی ﷺ کی ذات کے بارے میں اپنی مخلوق کی طرف پیغام ہے اللہ تعالیٰ محبوب ﷺ کا ذکر کرتے

ہوئے منافقین سے فرماتے ہیں: اے لوگو! تم میں سے جو محمد ﷺ کی اطاعت کرے گا پس اس نے محبوب ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے میری اطاعت کی۔ پس تم ان کا فرمان سن کر پیروی کرو وہ جو بھی تم کو حکم دیں وہ میرا ہی حکم ہے وہ جس سے تم کو منع کریں وہ میری طرف سے ممانعت ہے پس تم میں سے کوئی یہ نہ کہنے کی جسارت کرے محمد ﷺ ہماری طرح کے بشر ہیں اور وہ ہم سے فضیلت لینا چاہتے ہیں۔''

## امام قشیری کا قول

امام قشیری فرماتے ہیں:

**هذه الآية تشير الى جمع حال الرسول ﷺ فقال سبحنه طاعته طاعتنا، فمن تقرب منه تقرب منا، مقبوله مقبولنا و مردوده مردودنا۔** (تفسیر قشیری 8/2)

ترجمہ: ''یہ آیت رسول ﷺ کی اللہ کے ساتھ حالت کو جمع کرنے کی طرف اشارہ ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محبوب کی اطاعت ہماری اطاعت ہے جو محبوب کے قریب ہے وہ ہمارے قریب ہے محبوب کا مقبول ہمارا مقبول اور اس کا مردود ہمارا مردود ہے۔''

اقوالِ علماء و مفسرین سے معلوم ہوا کہ یہ آیت کریمہ منافقین کے

ارادوں کو ناکام کرنے اور مومنین کے عقیدۂ رسالت میں پختگی اور محبت رسول ﷺ کی قلبِ مومن میں جلوہ گری کے لیے نازل ہوئی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں عیوب ونقائص نکالنا منافقین کی چال ہے۔رفعت وعصمتِ مصطفی کریم ﷺ پر قرآن شاہد ہے۔آپ ﷺ کو ہر معاملہ میں اپنی طرح کا بشر کہنا غلط اور خلافِ شرع ہے۔آپ ﷺ کی صفات اور احوال اللہ تعالیٰ کے ساتھ اکٹھے ذکر کیے گئے ہیں۔

جو محبوب ﷺ کا ہے وہ خدا کا ہے اور جو ان کا نہیں وہ خدا کا نہیں بخدا نہیں۔

## دوسری آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولئک رفیقاO}۔(النساء:69)

ترجمہ: ’’اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا پس وہی لوگ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء

اور صالحین اور کتنی اچھی ہے ان کی رفاقت۔"

اس آیت کریمہ میں مطیعین کو انعامات کی بشارت سنائی گئی ہے۔

## مقصدیت وشان نزول

امام بغوی فرماتے ہیں:

نزلت فی ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ و کان شدید الحب لرسول اللہ ﷺ قلیل الصبر عنہ فاتاہ ذات یوم قد تغیر یعرف الحزن فی وجھہ فقال بہ رسول اللہ ﷺ ما غیر لونک؟ فقال یارسول اللہ ﷺ مالی مرض ولا وجع غیر انی اذ لم اراک استوحشت وحشۃ شدیدۃ حتی القاک ثم ذکرت الاخرۃ فاخاف الا اراک لانک ترفع مع النبیین و انی ان دخلت الجنۃ کنت فی منزلۃ ادنی من منزلتک و ان لم ادخل الجنۃ لا اراک ابدا۔ فنزلت ھذہ الآیۃ۔ (البغوی 247/3)

ترجمہ: "حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وہ آپ ﷺ سے انتہا درجے کی محبت کرتے تھے اور برداشت نہیں ہوتا تھا پس ایک دن بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، رنگ بدلا ہوا تھا، چہرے پر پریشانی کے آثار تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ کا رنگ کیوں بدلا

ہوا ہے تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! نہ مجھے کوئی بیماری ہے نہ تکلیف۔ ہاں جب آپ نظر نہیں آتے تو ایسی وحشت طاری ہوتی ہے کہ جب تک آپ کا دیدار و ملاقات نہ ہو جائے تو سکون میسر نہیں ہوتا پھر مجھے آخرت کا خیال آیا تو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ میں تو آخرت میں آپ کو دیکھ نہ پاؤں گا کیونکہ آپ تو انبیاء کے ساتھ بلند مقام پر فائز ہوں گے اور اگر میں جنت میں داخل ہو گیا تو آپ کی منزل سے بہت نیچے ہوں گا اور اگر جنت میں داخل نہ ہوا تو کبھی نہ دیکھ پاؤں گا پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔"

## امام قتادہ کا قول

امام قتادہ فرماتے ہیں:

**قال بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیف یکون الحال فی الجنۃ وانت فی الدرجات العلی ونحن اسفل منک؟ فکیف نراک فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الاٰیۃ۔**(البغوی 247/2)

ترجمہ: "بعض صحابہ نے کہا کہ جنت میں ہمارا کیا حال ہوگا؟ اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے بلند درجات میں اور ہم آپ سے نیچے والی جگہ پر ہوں گے تو آپ کے دیدار سے کیسے مشرف ہوں گے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔"

ہوا ہے تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نہ مجھے کوئی بیماری ہے نہ تکلیف۔ ہاں جب آپ نظر نہیں آتے تو ایسی وحشت طاری ہوتی ہے کہ جب تک آپ کا دیدار و ملاقات نہ ہو جائے تو سکون میسر نہیں ہوتا پھر مجھے آخرت کا خیال آیا تو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ میں تو آخرت میں آپ کو دیکھ نہ پاؤں گا کیونکہ آپ تو انبیاء کے ساتھ بلند مقام پر فائز ہوں گے اور اگر میں جنت میں داخل ہو گیا تو آپ کی منزل سے بہت نیچے ہوں گا اور اگر جنت میں داخل نہ ہوا تو کبھی نہ دیکھ پاؤں گا پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔"

## امام قتادہ کا قول

امام قتادہ فرماتے ہیں:

**قال بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیف یکون الحال فی الجنة وانت فی الدرجات العلی ونحن اسفل منک؟ فکیف نراک فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الاٰیة۔**(البغوی 247/2)

ترجمہ: "بعض صحابہ نے کہا کہ جنت میں ہمارا کیا حال ہوگا؟ اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے بلند درجات میں اور ہم آپ سے نیچے والی جگہ پر ہوں گے تو آپ کے دیدار سے کیسے مشرف ہوں گے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔"

خبیر بما تعملون O}۔(المجادلۃ:13)

ترجمہ: ''پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور تمہارے اعمال کی اللہ کو خبر ہے۔''

۴۔ {یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ والرسول ولا تبطلوا اعمالکم O}۔(محمد:33)

ترجمہ: ''اے صاحبان ایمان! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔''

۵۔ {فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین O}۔(الانفال:1)

ترجمہ: ''پس تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر تم صاحب ایمان ہو تو اللہ و رسول کی اطاعت کرو۔''

۶۔ {یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولاتولوا وانتم تسمعون O} ۔(الانفال:2)

ترجمہ: ''اے مومنین! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالاؤ اور سن کر بھی اُن سے منہ نہ پھیرو۔''

۷۔ {قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما

حمل وعليهم ما حملتم وان تطيعوه تهتدوا وما على الرسول الا البلغ المبينo}۔ (النور:54)

ترجمہ: ''فرمادیں کہ اللہ ورسول کی اطاعت کرو پس اگر تم نے روگردانی کی تو بے شک اس پر وہی ہے جو ڈالا گیا اور تم پر بھی وہی بوجھ ہے جو ڈالا گیا اور تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت ملے گی اور رسول کے ذمہ تو صرف کھلم کھلا تبلیغ کرنا ہے۔''

مذکورہ بالا آیات طیبات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول کی اطاعت کا ذکر کیا اور بہت سے مقامات پر جہاں اپنا ذکر فرمایا وہاں نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ذکر کیا۔

## آج کا المیہ

لیکن آج کے اس دور میں بعض مقامات پر یہ شور وغوغا سننے کو ملا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اظہارِ محبت اور ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غلو اور شرک کا داغ لگا کر شانِ رسالت کو کم کرنے اور یہود ونصاریٰ اور منافقین کی مساعی ناتمام کو پروان چڑھانے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے حالانکہ وہ لوگ یہ بھول گئے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی رفعت وعظمت کا ڈنکا اس عالمِ آب وگل میں کیوں بج رہا ہے اور ابو جہل وابو

لہب ذلیل و رسوا کیوں ہیں؟

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ماان مدحت محمداً بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد

(مثل السائر لابی الفتح الموصلی 357/3)

ترجمہ: ''میں نے اپنے کلام (مقالہ) سے حضور ﷺ کی تعریف نہیں بلکہ حضور ﷺ کے ذکر سے اپنے کلام کی تعریف کی ہے۔''

خیال رہے کہ عظمت و رفعتِ مصطفی ﷺ کے گیت گانے والے اچھے طریقے سے جانتے ہیں کہ توحید و رسالت میں کیا فرق ہے؟ اگر ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفی ﷺ میں کوئی حرج لازم آتا تو اطاعت کی اکثر آیات میں ذکرِ خدا کے ساتھ ذکر مصطفی ﷺ کیوں آتا؟؟؟

ہاں یہ بات کسی سے پنہاں نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق اور نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مخلوق ہیں اور مخلوق میں وہی صفت وعطا پائی جاسکتی ہے جو عطائے خداوندی ہو کیونکہ مخلوقِ کل عالم محتاجِ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ

خاصانِ خدا، خدا نہ باشد

ولے از خدا، جدا نہ باشد

ترجمہ: ”خدا کے خاص بندے خدا تو نہیں ہوتے مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس خدا ہرگز نہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں۔ تعلق و قربت کا مقام قاب قوسین اور رایت ربی فی احسن صورة سے بھی آگے ہے جس کا فہم عقل انسانی کی گرفت میں نہیں کیونکہ ان تمام احوال و معاملات کے فہم سے عقل انسانی قاصر ہے لہٰذا اگر یہ معاملات کسی کی سمجھ میں نہ آئیں تو وہ حیران و ششدر ہونے کی بجائے احساس کم ظرفی کا خیال ضرور کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو عطا کیے گئے معجزات و بینات ہوتے ہی وہ ہیں جو عقلِ انسانی اور حیوانِ ناطق کے ادراک سے ماوراہیں۔

## اطاعت خدا اور رسول اور دنیوی و اخروی کامیابی

اس تصور اور کامیابی و کامرانی کے راز کو افشاء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون o}۔ (آل عمران:132)

ترجمہ: ”اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

اس آیت مبارکہ میں دنیوی و اخروی رحمت مراد ہے جس سے معلوم

ہوا کہ اطاعتِ خدا اور رسول رحمت کا ذریعہ ہے۔

## اطاعتِ خدا اور رسول اور اُخروی کامیابی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا و ذلک الفوز العظیمo}۔(النساء:13)

ترجمہ: ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ ایسی جنتوں میں داخل ہوگا جس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اُخروی کامیابی کا ذکر ہے اور خیال رہے کہ دنیاوی زندگی میں کامیابی و کامرانی ہی اُخروی زندگی میں کامیابی کا سبب ہے۔

## اطاعت گزاری کے انعامات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیّن والشھدآء والصالحینo}۔(النساء:69)

ترجمہ: ''جو اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا پس وہ اُن کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی نبی، صدیق، شہدا و صالحین۔''

اس میں اطاعت گزاری کے لیے عظیم انعامات کا ذکر ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

{ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیماo}۔(الاحزاب:71)

ترجمہ: ''اور جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی پس اس کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے۔''

پھر فرمایا:

{ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاؤلئک ھم الفائزونo}۔(النور:52)

ترجمہ: ''اور جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی اور اللہ سے ڈرا، تقویٰ اختیار کیا پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔''

پھر فرمایا:

{ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیمo}

(التوبۃ:71)

ترجمہ: ''اور وہ (ایمان والے) اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔''

ان آیات سے پتہ چلا کہ اطاعتِ خدا اور رسول ﷺ میں ہی دنیوی واخروی زندگی کی کامیابی وکامرانی مضمر ہے۔

## تقاضائے اطاعت

حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اس بات کی متقاضی ہے کہ ہمارا قول وفعل، سیرت وکردار، چال ڈھال اور باقی تمام دینی ودنیاوی، معاشرتی وسماجی، معاشی وعمرانی، ثقافتی واقتصادی، تعلیمی وروحانی معاملات ‘رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ہوں۔

احکامِ شریعت کی پابندی، قوانینِ اسلام کی پاسداری، حقوق اللہ وحقوق العباد کی ذمہ داری غرضیکہ حیاتِ تمام حیات مصطفی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق ہو۔ کیونکہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت اس لائق وقابل ہے کہ ان کی اطاعت واتباع کی جائے کیونکہ اس عالمِ آب وگل میں ایسی کوئی شخصیت نہیں جس کی حیاتِ طیبہ جامع وکامل ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر محفوظ ہو۔

غیر مسلم بھی سیرتِ رسول ﷺ کا مطالعہ کر کے سرِ خم تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے۔

رسول اللہ ﷺ کے متعلق مائیکل ہارٹ لکھتا ہے:

He was the only history of man who was supremely succesful in both the religius and seculer level.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پوری دنیا کی تاریخ میں واحد سخص ہیں جنہوں نے دونوں مذہبی اور دنیاوی معاملات میں مکمل کامیابی حاصل کی۔

دنیا کے تمام مذاہب وادیان کے بانیان کی زندگی کا ایک ایک گوشہ، ایک ایک پل محفوظ نہ کیا جا سکا اور نہ ہی ان کی تعلیمات میں اتنی ہمہ گیریت تھی کہ وہ راہبر و راہنما کی حیثیت سے تاجدارِ کائنات کہلوانے کے حقدار ہوں چاہے وہ گوتم بدھ ہو یا زرتشت، کنفیوشس ہو یا ترتھنکرز ہوں ۔جو ہمہ گیریت و عالمگیریت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی تعلیمات میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور میں قطعاً نہیں ہو سکتی۔

# اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلانا

اللہ تعالیٰ نے نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

**{یاایھا الذین أمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبه وانه الیه تحشرونO}**۔(الانفال:24)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب تم کو اللہ اور رسول کسی کام کے لیے بلائیں جس سے تم کو زندگی ملتی ہے تو تم حاضر ہو جاؤ اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور بے شک اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوراً اطاعت واجب کردی ہے چاہے کوئی حالتِ نماز میں ہو یا کسی اور امر میں مشغول ہو، کسی وظیفہ میں ہو یا امورِ دنیا میں۔ ہر حال میں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلائیں تو آپ کی اطاعت ضروری ہے کیونکہ نماز و وظائف حق اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوقِ تشریعی حق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع کردیئے ہیں۔

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آج کے دور میں جب بھی ضرورت پڑے، چاہے وہ رسول ﷺ کی مبارک ذات کے لیے ہو یا آپ کی اتباع کی خاطر۔ مومنین کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام امور کو ترک کر کے پہلے رسول اللہ ﷺ کی ذات کی خاطر یا آپ کی اتباع کی خاطر اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی قربانی دے پھر باقی معاملات کی طرف توجہ کرے۔

## شانِ نزول و مقصدیت

ان النبی ﷺ مر علی ابی بن کعب رضی اللّٰہ عنہ وھو یصلی فدعاہ فعجل ابی فی صلاتہ ثم جآء فقال رسول اللّٰہ ﷺ: ما منعک ان تجیبنی اذ دعوتک؟ قال: کنت فی الصلوٰۃ قال: الیس یقول اللّٰہ عزوجل: یاایھا الذین امنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول... الآیۃ فقال لا جرم یارسول اللّٰہ ﷺ لا تدعونی الا اجبت وان کنت مصلیاً۔ (البغوی 344/3)

ترجمہ: ''بے شک نبی کریم ﷺ ابی بن کعب کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے پس آپ ﷺ نے اُن کو بلایا تو انہوں نے جلدی نماز ادا کر کے بارگاہِ مصطفوی میں حاضری دی تو رسول اللہ ﷺ

مقصد نزولِ آیات یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و اتباع کو لازم پکڑا جائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و اتباع ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت و اتباع ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق اللہ کے حقوق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل مبارک اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہیں کیونکہ آپ کا کوئی قول یا فعل اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی کے بغیر نہیں ہوتا۔

اس کی میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو غسیل ملائکہ کہا جاتا ہے ان کی شادی کو ایک پوری رات بھی نہیں گزری کہ حکم جہاد آ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو جہاد کی طرف مدعو کیا تو حضرت حنظلہ کی اتباع کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی زوجہ سے جماع کے بعد غسل بھی نہیں کیا اور چل پڑے اور عالم کفر سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ باقی اجسادِ شہداء کے ساتھ آپ کا جسدِ اقدس بھی تھا مگر فرق یہ تھا کہ آپ کے جسدِ اقدس پر پانی کے قطرے تھے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ پانی کیسا؟ تو آقائے کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔

اللہ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا یہ ثمر ہے کہ جسدِ نوری جسدِ خاکی کو غسل دے رہے ہیں۔

نے فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا میرے بلانے کا جواب دینے سے تو عرض کی میں نماز میں تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بلانے پر فوری جواب دیتے ہوئے حاضر ہو جاؤ تو حضرت ابی بن کعب نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! یقینا اب جب بھی آپ مجھے حکم فرمائیں گے تو میں حالت نماز میں بھی جواب دوں گا۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں۔

عن ابی سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ قال کنت اصلی فمر بی النبی ﷺ فدعانی فلم آته حتی صلیت ثم اتیته فقال: ما منعک ان تاتینی؟ الم یقل اللہ {یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم}۔(تفسیر ابن کثیر 393/2)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید بن المعلی سے مروی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے اور مجھے بلایا تو میں نہ آیا یہاں تک کہ نماز مکمل کر کے آیا تو آپ نے فرمایا کس چیز نے تم کو میرے پاس آنے سے روکا کیا اللہ تعالی نے نہیں فرمایا {یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم}۔

یہ بھی مقصد ہے کہ دینِ مصطفوی ﷺ کے لیے جب بھی کسی کو
بلایا جائے یا ایسی ضرورت پیش آجائے کہ نوجوانانِ امت یا علماء وصلحائے
امت یا عالم اسلام کے مسلمان باشندوں کو دینِ اسلام کی خدمت کے لیے
کسی بھی میدان میں کودنا پڑ جائے تو ان کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اپنی
حاضری اور شرکت کو حتی الوسع یقینی بنائیں اور خدا اور سول کے لیے جان کا
نذرانہ پیش کر کے بروزِ قیامت سرخرو ہو جائیں۔

# اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرام کرنا

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

{قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون}۔(التوبۃ:29)

ترجمہ: تم ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے اور نہ ہی دین حق کو اپناتے ہیں یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو کر خود جزیہ دیں۔

یہ آیت کریمہ بنو قریظہ اور نضیر جو کہ یہودی تھے ان کے بارے میں نازل ہوئی جن سے اللہ تعالی نے قتال کا حکم دیا کیوں کہ یہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتے تھے، اس آیت کے نزول کے بعد غزوہ تبوک پیش آیا۔

## شان نزول

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ:

امام مجاہد فرماتے ہیں:

**نزلت هذه حين امر رسول الله ﷺ و اصحابه بغزوة تبوک۔**(الدر المنثور 48/5)

ترجمہ: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو غزوہ تبوک کا حکم دیا گیا۔

## مقصدیت

یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے شارع و مقنن ہونے پر دلیل ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کا ہر حکم اور فعل منشاء و حکم الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے بہت زیادہ حلت و حرمت کے احکامات نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے نازل فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طرف سے حلت و حرمت منزل من اللہ ہے خواہ وحی جلی کے ذریعے سے ہو یا وحی خفی کے ذریعے سے لہذا آپ کا شارع و مقنن ہونا نہ صرف ثابت، بلکہ روشن و باہر ہے کچھ ایسی اطلاعات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی امورِ تشریعیہ میں حاکمیت کو بعض لوگ ماننے سے انکار کرتے ہیں ایسا نظریہ رکھنے والے لوگ چند امراض میں مبتلا ہو سکتے ہیں:

## ☆۔مذہبی تعصب

یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے جب کوئی عقیدہ اپنی ناقصیت کی وجہ سے لوگوں کے قلوب واذہان کو مرعوب ومرغوب نہ کر سکے تو اسکے ماننے والے ایسے قبیح افعال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور مذہبی تعصب کی آڑ میں مختلف مذاہب پر کیچڑ اچھالنے کی سعی ناتمام کرتے ہیں۔

## ☆۔ذہنی آوارگی

یہ صورت ایک پریشان کن صورت ہوتی ہے اس شخص کے لئے جو اپنی تعلیمات کی بجائے غیر مذاہب کی تعلیمات پر زیادہ زور دیتے ہیں اور پھر اپنی تعلیمات پر عبور نہ ہونے کی وجہ سے ناقص العقیدہ ہو جاتے ہیں جن کا اثر ان کے عقائد و تعلیمات اور معاشرے پر پڑتا ہے۔

## ☆خواہشاتِ نفس کی پیروی

جو اسلام کی تعلیمات کو ترک کر کے خواہشات نفس کی پیروی میں مصروف رہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام سے کوسوں دور رہتے ہیں۔

## ☆۔آرام پرست لوگ

جو لوگ تعلیمات اسلام پر عمل کرنا اپنے لئے مشکل ترین سمجھتے ہیں ایسے لوگ سکون پرستی کو ہمیشہ اہمیت دیتے ہیں اور آرام پرستی کی وجہ سے

فرائض وواجبات پر عمل میں سستی کو تسلیم کرنے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریعی حاکمیت کا انکار کرنے لگتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

**الا انی اوتیت الکتاب و مثلہ معہ، الا یوشک رجل شعبان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القران فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ الا لا یحل لکم لحم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السبع ---------**

**الحدیث۔** (سنن ابی داؤد 651/1)

ترجمہ: خبرار مجھے کتاب اور اس کی طرح کی ایک اور چیز عطا کی گئی ہے محتاط رہنا عنقریب ایک شکم سیر آدمی ٹیک لگا کر لوگوں سے کہے گا تم صرف قرآن کو لازم پکڑو جو اس میں حلال وہ تمارے لئے حلال جو اس میں حرام بس وہ ہی تمھارے لئے حرام ہے خبردار لوگو: (میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں جس کی ممانعت قرآن میں نہیں میری سنت میں ہے) تمھارے لئے گھریلو گدھے اور کچلی والے جانور کا گوشت حرام ہے۔

ایسے لوگوں کی معاشرے میں کسی بھی اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں نہ ان کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے نہ فعل کو، یہ لوگ معاشرتی طور پر بالکل الگ

تھلگ اور معاشرے کے افراد سے منقطع رہتے ہیں کیونکہ معاشرہ ایسے لوگوں کو قبول کرنے سے معذرت کرتا ہے،تو جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں وہ کس حیثیت سے صاحب حیثیت کی اہمیت کو رد کر سکتا ہے۔

ذیل میں ایسی مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس امور انتظامی کے ساتھ،ساتھ امور تشریعی کا بھی اختیار تھا۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

واحل اللہ البیع وحرم الربا۔۔۔الأیۃ۔(البقرۃ:275)

ترجمہ: اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔

اس آیت کریمہ میں مطلقا بیع کا ذکر ہے یہ مذکور نہیں کہ بیع کی کون سی قسم حلال ہے۔حالانکہ کچھ بیوع ممنوع ہیں اور کچھ مباح ہیں اگر صرف عبارۃ النص کو دیکھا جائے تو تمام بیوع کا حلال ہونا لازم آتا ہے مگر ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ:

بیع منابذۃ، ملامسۃ، غرر، الحصاۃ، الکالی بالکالی، حبل الحبلۃ، نجش، حرام چیزوں کی بیع، تلقی جلب، السوم علی السوم وغیرہ سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اگر حضور ﷺ ان بیوع سے منع نہ فرماتے تو تمام کا تمام تجارتی نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہر دوسرا شخص لوگوں کے حقوق کو جائز سمجھ کر کھاتا

تھلگ اور معاشرے کے افراد سے منقطع رہتے ہیں کیونکہ معاشرہ ایسے لوگوں کو قبول کرنے سے معذرت کرتا ہے، تو جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں وہ کس حیثیت سے صاحب حیثیت کی اہمیت کو رد کر سکتا ہے۔

ذیل میں ایسی مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس امور انتظامی کے ساتھ، ساتھ امور تشریعی کا بھی اختیار تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

واحل اللہ البیع و حرم الربا۔۔۔الأیۃ۔(البقرۃ:275)

ترجمہ: اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔

اس آیت کریمہ میں مطلقا بیع کا ذکر ہے یہ مذکور نہیں کہ بیع کی کون سی قسم حلال ہے۔حالانکہ کچھ بیوع ممنوع ہیں اور کچھ مباح ہیں اگر صرف عبارۃ النص کو دیکھا جائے تو تمام بیوع کا حلال ہونا لازم آتا ہے مگر ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ:

بیع منابذۃ، ملامسۃ، غرر، الحصاۃ، الکالی بالکالی، حبل الحبلۃ، نجش، حرام چیزوں کی بیع، تلقی جلب، السوم علی السوم وغیرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بیوع سے منع نہ فرماتے تو تمام کا تمام تجارتی نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہر دوسرا شخص لوگوں کے حقوق کو جائز سمجھ کر کھاتا

پس اس سے معلوم ہوا کے اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریعی اختیار عطا فرمائے ہیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجمل کی تفصیل یا عام کی تخصیص فرمائیں اور یہ اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعمال بھی فرمائے ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پاس سے تو نہیں فرمائیں گے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کے خلیفہ ہیں اور اللہ تعالی کے احکام کے نفاذ کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں اور وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغامِ باری تعالی کا ذریعہ ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اختیارات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الا وان ما حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل ما حرم اللہ۔ (سنن ابی داؤد 15/1)

ترجمہ: خبردار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالی نے حرام کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے اپنے احکامات کی مختلف نوعیتیں رکھی ہیں کبھی تو اس کو قرآن کریم کی عبارت سے واضح فرمادیا اور کبھی زبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہلوایا اور اس کو قرآن کریم کی تشریح قرار دے دیا اور فرمایا: وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ (النحل:44)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اس کی وضاحت و تشریح بیان فرمائیں۔

# اللہ اور رسول ﷺ کے لئے ہجرت

## ہجرت کا معنی ومفہوم

(ھ،ج،ر) ھاجر یھاجر مھاجرۃ سے ہے جس کا معنی ہے:
''اپنا وطن چھوڑ دینا'' اور ہجرت الی اللہ ورسولہ سے مراد ہے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر گھر بار یا وطن چھوڑ دینا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعة ومن یخرج من بیته مھاجرا الی اللہ ورسوله یدرکه الموت فقد وقع اجره علی اللہ وکان اللہ غفورا رحیماO}۔(النساء:100)

ترجمہ: ''اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے اپنے گھر سے نکل پڑے گا پھر اس کو موت نے گھیر لیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم والا ہے۔''

اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرے گا اسے ہم مدینہ میں وسعت والی جگہ دیں گے، اس کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو ہماری خاطر گھر بار چھوڑ دیتا ہے ہم اس کی رسائی پوری

# اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہجرت

## ہجرت کا معنی ومفہوم

(ھ،ج،ر) ھاجر یھاجر مھاجرۃ سے ہے جس کا معنی ہے: ''اپنا وطن چھوڑ دینا'' اور ہجرت الی اللہ ورسولہ سے مراد ہے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر گھر بار یا وطن چھوڑ دینا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ وکان اللہ غفورا رحیماO}۔(النساء:100)

ترجمہ: ''اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے اپنے گھر سے نکل پڑے گا پھر اس کو موت نے گھیر لیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم والا ہے۔''

اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرے گا اسے ہم مدینہ میں وسعت والی جگہ دیں گے، اس کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو ہماری خاطر گھر بار چھوڑ دیتا ہے ہم اس کی رسائی پوری

فخر جوا به يحملونه على سرير حتى اتوا به التنعيم فادركه الموت فصفق يمينه على شماله ثم قال:

اللّٰهم هذه لک وهذه لرسولک أبايعک على ما ابايعک عليه رسولک فمات فبلغ خبره اصحاب رسول اللّٰه فقالوا لووا فى المدينة لكان اتم واوفى اجرا وضحک المشركون وقالوا ما ادرک هذا ما طلب فانزل اللّٰه {ومن يخرج من بيته مهاجرا الى اللّٰه ورسوله...الآية}۔(البغوی2/274)

ترجمہ: ’’جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو بنولیث کے بہت بوڑھے مریض جن کا نام جندع بن ضمرہ تھا‘ نے یہ آیت سنی تو کہا اللہ کی قسم! میں مکہ میں نہیں رہوں گا، مجھے ساتھ لے چلو پس انہوں نے ان کو چارپائی پر اُٹھایا اور لے چلے، جب مقام تنعیم پر پہنچے تو موت کے آثار نمودار ہوئے۔ پس انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور کہا اے اللہ! یہ تیرا اور یہ تیرے رسول کا ہاتھ ہے پس میں اس پر بیعت کرتا ہوں پھر اُن کو موت آ گئی اور یہ خبر صحابہ علیہم الرضوان کو پہنچی، تو کہنے لگے کاش جندع مدینہ پہنچ جاتے تو پورا پورا اجر پا لیتے سو مشرکین نے ہنسنا شروع کر دیا اور کہا جو اس نے چاہا، پا نہ سکا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

کریمہ نازل فرمائی۔“

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی راہ میں نکلنے کا ارادہ ہی اجر و ثواب کا باعث بن جاتا ہے منزل مقصود تک پہنچنا یا نہ پہنچنا تو بعد کی بات ہے اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ سچ اور حقیقت وہی ہے جو خدا کی طرف سے ہو مخلوق تو اپنے قلوب و اذہان کی وسعت کے مطابق بات کرتی ہے جتنی سوچ اور فکر میں وسعت ہوگی اتنی ہی زبان ترجمانی کر پائے گی ۔اور جہاں تک علومِ خداوندی کا معاملہ ہے تو اس کی لامحدودیت میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں اس کا ہر فرمان مستقبل کی امانت و ضمانت ،مقصد اور نظریہ کی تکمیل و ترقی ہے کیوں کہ کسی چیز کی تعمیر و تخلیق کرنے والا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس چیز کی عمر، مدت اور بقا کیا اور کتنی ہے پس اللہ کے راستے میں اٹھایا جانے والا ہر قدم ترقیءِ فکر اور تکمیلِ مشن کی طرف رواں دواں رہتا ہے اور اللہ کی مدد و نصرت ہر حال میں مسافر حق کی ہم سفر رہتی ہے۔

# اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین}۔(التوبۃ:62)

ترجمہ: ''وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی رکھیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں راضی رکھا جائے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹی قسمیں اُٹھانے والے منافقین اور فریبیوں کے فریب کو بیان فرمایا اور ذات مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بحث کرنے والوں کو درسِ رضائے مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیا اور حق و باطل کا فرق واضح کیا تاکہ کنایۃً بھی حضور نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی گستاخی نہ کر سکے۔

## شان نزول

قال قتادة والسدی اجتمع الناس من المنافقین فیهم الجلاس بین سوید و دیعة بن ثابت فوقعوا فی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقالوا ان کان ما یقول محمد حقا فنحن شر من الحمیر و کان عندهم غلام من الانصار یقال له عامر بن قیس فحقروہ' وقالوا هذه المقالة

# اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین}۔(التوبۃ:62)

ترجمہ: ”وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی رکھیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں راضی رکھا جائے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹی قسمیں اُٹھانے والے منافقین اور فریبیوں کے فریب کو بیان فرمایا اور ذات مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بحث کرنے والوں کو درسِ رضائے مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیا اور حق و باطل کا فرق واضح کیا تاکہ کنایۃً بھی حضور نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی گستاخی نہ کر سکے۔

## شانِ نزول

قال قتادة والسدی اجتمع الناس من المنافقین فیھم الجلاس بین سوید ودیعۃ بن ثابت فوقعوا فی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقالوا ان کان ما یقول محمد حقا فنحن شر من الحمیر وکان عندھم غلام من الانصار یقال لہ عامر بن قیس فحقروہ‘ وقالوا ھذہ المقالۃ

## مقصدیت

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق کسی قسم کی حقارت اور بحث سے منع فرمایا اور غلامان مصطفی ﷺ کی محبت وعقیدت کو شرف بقا سے مشرف فرمایا ان کی تسلی وتشفی کے لیے اپنا کلام نازل فرمایا اور دفاعِ شان مصطفوی ﷺ کو یقینی بنایا۔ منافقین کا تو شروع سے ہی یہ وطیرہ وطرزِ عمل رہا ہے کہ وہ گاہے بہ گاہے ذاتِ مصطفی کریم ﷺ پر اعتراضات اور ہجو کیا کرتے۔ آپ کی ذات اقدس کے آئینہ میں اپنی ہی شکل دیکھ کر پیچیدہ عیوب ونقائص کو کھول کھول کر بیان کرتے چونکہ آئینہ میں اپنی ہی شکل نظر آتی ہے سو وہ لوگ اپنے ہی تصورات وتخیلات کی ترجمانی کرتے اور عامر کی طرح ہر دور میں حضور نبی اکرم ﷺ کے غلام اُن کا دفاع کرتے رہے خواہ عامر بن قیس ہو یا کوئی اور، اس دور سے لے کر آج جہاں کہیں بھی کسی منافق نے سر اُٹھانے کی کوشش کی تو مسلمانوں نے اس کا سر تن سے جدا کرنے کا اعلان کیا اور پھر تحفظِ ناموس رسالت کے بل پاس کروائے اور اسی نام سے تنظیم سازی بھی کی اور ننگی تلوار لے کر میدانوں میں اُترے مگر منافقین ہمیشہ سر چھپاتے رہے آج بھی امریکہ، فرانس، ناروے، ڈنمارک جیسے ممالک کے نااہل وجاہل باشندے اسی طرح کی کچھ کوششوں میں مصروف ہیں جن کی

ان غلیظ حرکتوں پر پورا عالم اسلام احتجاج کر رہا ہے مجھے حیرانگی اس بات پر ہوئی کہ جب ایک یہودی فلمی ڈائریکٹر سستی شہرت کے نام پر گستاخئ رسول ﷺ کا مرتکب ہوا تو یہودیوں نے اس معاملے سے خود کو نکالنے کی اور دامن بچانے کی بھرپور کوشش کی مگر جب ایک مسلم وزیر نے گستاخِ رسول ﷺ کا سر قلم کرنے پر انعام کا اعلان کیا تو یہودیوں کو ہی پیٹ میں درد اُٹھا اور وزیر خارجہ نے اس پر احتجاج کیا اسی کو ہی منافقت کہتے ہیں کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، اور کھانے کے اور لیکن انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب گستاخانِ رسول ﷺ اپنے انجام کو پہنچیں گے آخر جیت اسلام اور مسلمین کی ہی ہوئی اور ہوتی رہے گی جب تک وہ دامنِ مصطفی کریم ﷺ سے وابستہ و پیوستہ رہیں گے اور جب تک مشربِ مصطفوی ﷺ سے شجر مسلمین کی آبیاری ہوتی رہے گی۔

افسوس ہے ان کلمہ گو مسلمانوں پر جو منافقین اور دشمنانِ اسلام کی بجھتی آگ کو ہوا دے رہے ہیں اور ممبروں، مناظروں اور تقریروں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس پر بحث اور عیوب و نقائص کو بیان کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور نور و بشر، غیب و حاضر کے جھگڑوں میں مگن ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ پر عنایات کی بارش

فرمائی ہے تو قیل وقال کیسا، مناظرے اور بحثیں کیسی؟ بس یہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے کل قبر میں ما کنت تقول فی حق ھذا الرجل (''تو اس ہستی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا'')' کا کیا جواب دیں گے پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکت کا احترام وتعظیم ہر حال میں ضروری ہے اور ''اللّٰہ و رسولہ احق ان یرضوہ'' سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا ہر حال میں ضروری ہے چاہے انسان خوشی کے عالم میں ہو یا درد والم میں ہو، وہ عالم غربت میں پرورش پا رہا ہو یا صاحبِ ثروت ہو، میدانِ جنگ میں ہو یا جہانِ امن میں ہو، وہ علم کا متلاشی ہو یا تدریس کا ذمہ دار، کسی جماعت کا قائد ہو یا رکن، کاتب ہو یا قاری ہو گویا کہ جس عہدے یا ذمہ داری کا بار سر پر ہو، رضائے خداوندی و مصطفوی کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے اور کبھی ترکِ تعلق نہ کرے۔ چونکہ رضا محبت کے ثمرات میں سے ہے اور مقربین کے لیے سب سے ارفع واعلیٰ مقام ہے جو خدا کے لیے سب کچھ لٹا دینے کا نام ہے اس لیے یہ مقام ہر انسان حاصل نہیں کر پاتا مگر کوشش ضرور ہونی چاہیے اور جو یہ مقام حاصل کر لیتا ہے وہ اعلیٰ درجات پر فائز ہو جاتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی رضا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''رضی اللہ

عنہم ورضوا عنہ“ اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یعنی صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے مقامِ رضا عطا فرمایا کیونکہ اُن کی رضا وہی تھی جو اللہ اور رسول کی رضا تھی۔

# اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا

اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کو اپنی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

{ولو انهم رضوا ما اتهم الله ورسوله وقالوا حسبنا الله سيؤتينا الله من فضله ورسوله انا الى الله راغبون ٥}۔(التوبۃ:74)

ترجمہ: ''اور کیا ہی اچھا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی عطا پر راضی ہو کر کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا بے شک ہم اسی کی طرف راغب ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا پر اور آپ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والوں کو جھوٹا اور لالچی کہا گیا ہے اور ان کو احساس دلایا گیا ہے کہ کاش تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا پر راضی ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا کفیل مان کر یہ کہتے کہ عنقریب ہمیں اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائیں گے تو ہم ضرور بہ ضرور ان کو عطا کرتے۔

## شانِ نزول ومقصدیت

حضرت ابوسعید الخذری فرماتے ہیں:

بينما رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقسم قسما اذ جآءه الخويصرة

**التیمی فقال: اعدل یارسول اللہ ﷺ فقال: ویلک و من یعدل ان لم اعدل؟ فقال عمر: یارسول اللہ ﷺ ائذن لی فاضرب عنقه فقال دعه فانزل اللہ تعالیٰ۔** (البغوی:475)

ترجمہ: ''اسی اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ حصے تقسیم فرما رہے تھے تو خویصرہ تیمی آیا تو کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ! عدل کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو، کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہیں کروں گا؟ پس حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اگر مجھے اجازت ہو تو اس کا سرتن سے جدا کردوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تقسیم وعطا اللہ تعالیٰ کی تقسیم وعطا ہے کیونکہ خویصرہ نے جب کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! عدل کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات پر آیت کریمہ کا نزول فرمادیا اور ساتھ یہ بھی بتادیا کہ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا پر راضی ہوجاتے تو ہم ان کو اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے فضل سے عطا کرتے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جملہ قرآن کا گفتہ ہے: ''اللہ اور رسول کا فضل'' لہٰذا محدود سوچ کی اس جملے تک رسائی کہاں ممکن ہے اسی وجہ سے کم

**التیمی فقال: اعدل یارسول اللہ ﷺ فقال: ویلک و من یعدل ان لم اعدل؟ فقال عمر: یارسول اللہ ﷺ ائذن لی فاضرب عنقه فقال دعه فانزل اللہ تعالیٰ۔** (البغوی:475)

ترجمہ: ''اسی اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ حصے تقسیم فرما رہے تھے تو خویصرہ تیمی آیا تو کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ! عدل کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو، کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہیں کروں گا؟ پس حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اگر مجھے اجازت ہو تو اس کا سرتن سے جدا کردوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تقسیم وعطا اللہ تعالیٰ کی تقسیم وعطا ہے کیونکہ خویصرہ نے جب کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! عدل کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات پر آیت کریمہ کا نزول فرمادیا اور ساتھ یہ بھی بتادیا کہ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا پر راضی ہوجاتے تو ہم ان کو اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے فضل سے عطا کرتے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جملہ قرآن کا گفتہ ہے: ''اللہ اور رسول کا فضل'' لہٰذا محدود سوچ کی اس جملے تک رسائی کہاں ممکن ہے اسی وجہ سے کم

جاں بلب اور ہر زبان خاموش نظر آئی۔ تاریکی کے اس دور میں جہاں مسلمانوں نے بھی توہینِ رسالت کے قانون کی دھجیاں بکھیرنا شروع کر دیں اور روحِ ایمانی کو اپنے جسدِ خاکی سے دور کرنا شروع کر دیا اور دنیاوی لذتوں نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ دنیا گواہ ہے کہ ایک مجاہد کے اس عمل نے تاریخ رقم کر دی اور بات بات پہ زبان کھولنے والوں کی زبانوں کو قفل مقفل لگ گیا۔

اور اس بات سے انکار کبھی نہیں کیا جا سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر ہمارے عہد تک جب بھی کسی نے زبان درازی کی کوشش کی تو غلامان ومحبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان کی پروا کیے بغیر اپنا سب کچھ ذات ومحبتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لٹا دیا۔

# اللہ ورسول ﷺ کی شانِ غناء

## غناء کا معنی ومفہوم

یہ غ،ن،ی سے ماخوذ ہے اور اسی سے اغنائ ہے جس کا معنی ہے مالدار کر دینا، دوسروں سے بے نیاز کر دینا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی بے نیازی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامھم وھموا بما لم ینالوا وما نقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ فان یتوبوا یک خیرا لھم وان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیماً فی الدنیا والآخرة وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر O}۔(التوبۃ:74)

ترجمہ: ”(منافقین) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا یقینا انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے اور وہ (اظہارِ) اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور اپنی مراد نہ پاسکے اور کسی چیز کو ناپسند نہ کر سکے مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا پس اگر یہ توبہ کر لیں تو یہی ان کے لیے بہتر ہے اور اگر پھر گئے تو اللہ تعالی اُن کو دنیا وآخرت میں دردناک عذاب دے گا

# اللہ ورسول ﷺ کی شانِ غناء

## غناء کا معنی ومفہوم

یہ غ،ن،ی سے ماخوذ ہے اور اسی سے اغنائ ہے جس کا معنی ہے مالدار کر دینا، دوسروں سے بے نیاز کر دینا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی بے نیازی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{یحلفون باللّٰہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم وھموا بما لم ینالوا وما نقموا الا ان اغناھم اللّٰہ ورسولہ من فضلہ فان یتوبوا یک خیرا لھم وان یتولوا یعذبھم اللّٰہ عذابا الیماً فی الدنیا والآخرۃ وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیرO}۔(التوبۃ:74)

ترجمہ: ”(منافقین) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا یقینا انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے اور وہ (اظہارِ) اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور اپنی مراد نہ پا سکے اور کسی چیز کو ناپسند نہ کر سکے مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا پس اگر یہ توبہ کر لیں تو یہی ان کے لیے بہتر ہے اور اگر پھر گئے تو اللہ تعالی اُن کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا

تقول ماضی استمراری ہے جس سے مراد منبروں اور اسٹیجوں ، کانفرنسز یا کسی بھی جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق گفتگو کرنا ہے پس جس نے جو گفتگو کی ہوگی اس کے مطابق جزا وسزا کا متحمل ہوگا۔

## شانِ نزول ومقصدیت

امام کلبی فرماتے ہیں:

**كانوا قبل قدوم النبى صلى الله عليه وآله وسلم فى ضنک من العيش فلما قدم عليهم النبى صلى الله عليه وآله وسلم اغتنموا بالغنائم۔**(البغوی 371/2)

ترجمہ: ’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے وہ لوگ تنگ دست تھے پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قدم رنجا ہوئے تو مال غنیمت ان کو کفایت کرنے لگا۔‘‘

امام رازی فرماتے ہیں:

**ان هٰؤلآءِ المنافقين كانوا قبل قدوم النبى المدينة فى ضنک من العيش لا يركبون الخيل ولا يجوزون الغنيمة وبعد قدومه اخذ واالغنائم وفازوا بالاموال ووجدوا الدولة وذلک يوجب عليهم ان يكونوا محبين له مجتهدين فى بذل النفس والمال لاجله۔**(تفسیر کبیر 98/8)

ترجمہ: ''بے شک یہ منافقین نبی کریم ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے تنگدست تھے، نہ تو گھوڑوں پر سواری اور نہ غنیمت کے حصول پر متمکن تھے اور حضور ﷺ کی آمد کے بعد انہوں نے مال غنیمت حاصل کیا اور مال و دولت کے حصول میں کامیاب ہوئے اور یہ چیز اُن کے لیے آپ کی محبت کو واجب کرتی تھی کہ وہ آپ سے محبت رکھیں اور اپنے نفس اور مال کے خرچ کرنے کے متعلق غور و فکر کریں آپ کے سبب۔''

معلوم ہوا کہ اس آیت کے شانِ نزول کا مقصد نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطاء و غناء کو بیان کرنا اور منافقین کی چالبازی کو عوام الناس اور مومنین کے سامنے لانا اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کی برکتیں اور اپنے ساتھ رسول ﷺ کا ذکر اور ذکر بالغنا کرنا ہے۔

# اللہ اور رسول ﷺ کا سچا وعدہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{ولما رای المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ مازادھم الا ایمانا وتسلیماO}۔(الاحزاب:22)

ترجمہ: ''اور جب مومنین نے (غزوہ) احزاب میں دیکھا تو کہنے لگے یہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ سچ کر دکھایا اور اس سے ان کے ایمان واطاعت میں اضافہ ہوگیا۔''

غزوہ احزاب سے پہلے صحابہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ! فتح اور نصرت کب ہوگی تو حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوا: {الا ان نصر اللہ قریب} ''اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔'' جب صحابہ کرام نے غزوۂ احزاب کے موقع پر مخالفین کی حالت دیکھی اور فتح ونصرت کا مشاہدہ کیا تو برملا کہنے لگے یہ تو اللہ اور رسول کا وعدہ تھا کہ فتح ونصرت آرہی ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا اور وفا ہوا پس اس

# اللہ اور رسول ﷺ کا سچا وعدہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{ولما رای المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ مازادھم الا ایمانا وتسلیماo}۔(الاحزاب:22)

ترجمہ: ''اور جب مومنین نے (غزوہ)احزاب میں دیکھا تو کہنے لگے یہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ سچ کر دکھایا اور اس سے ان کے ایمان واطاعت میں اضافہ ہو گیا۔''

غزوہ احزاب سے پہلے صحابہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ! فتح اور نصرت کب ہو گی تو حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوا: {الا ان نصر اللہ قریب}''اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔'' جب صحابہ کرام نے غزوۂ احزاب کے موقع پر مخالفین کی حالت دیکھی اور فتح ونصرت کا مشاہدہ کیا تو برملا کہنے لگے یہ تو اللہ اور رسول کا وعدہ تھا کہ فتح ونصرت آرہی ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا اور وفا ہوا پس اس

ترجمہ: ’’ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا فرمان ہے سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان {ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ... الا ان نصر اللّٰہ قریب} سے مراد یہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے آزمائش اور امتحان کے طور پر کیا تھا جس کے پیچھے مدد بالکل قریب تھی۔‘‘

## مقصدیت

مقصدیت یہ ہے کہ آزمائش وامتحان کے بعد کامیابی ونصرتِ خداوندی بہت ہی قریب ہوتی ہے لہٰذا کسی بھی خادم وامیر کو آزمائش وامتحان سے گھبرا کر خدمت اسلام اور خدمت خلق ترک نہیں کرنی چاہیے۔آج کے اس دور میں لوگ علماء اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں اور یہود ونصاریٰ کی باتوں میں آ کر قائدین اسلام کی توہین اور اُن کے خلاف پروپیگنڈے، غیبت اور ان سے بے جا دشمنی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور ائمہ مساجد کی مخالفت، مدارس کے منتظمین، مختلف جماعتوں کے قائدین کے خلاف من مانی باتیں کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور خود گھر کی چار دیوار سے نکلنا اپنے آرام میں خلل سمجھتے ہیں اور جو بھی خدمت اسلام یا خدمت خلق کا بیڑہ اٹھاتا ہے اس کے راستے میں غیبت، الزامات کے کانٹوں کی بچھاڑ کردی جاتی ہے لیکن خادمین وعلماء کو ہرگز ہرگز دنیا داروں اور قوم کے

سرداروں سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ یہ بھی ایک امتحان ہے۔حضرت موسیٰ ویوسف علیہما السلام کے سامنے فرعون، ابراہیم علیہ السلام کے سامنے نمرود اور محمد عربی ﷺ کے سامنے ابوجہل سامنے ڈٹے رہے مگر انبیاء علیہم السلام خدمتِ اسلام اور خدمت خلق کے علمبردار رہے اسی وجہ سے کامیابی وکامرانی کا سہرا انہی کے سر سجا رہا اور آج بھی روئے زمین پر تعلیماتِ اسلام کی ہی حکمرانی ہے اور ہر تہذیب اسلامی تہذیب کے مرہون منت ہی اپنی تابانیوں پر ہے خواہ وہ انٹرنیشنل لا ء ہو(International Law) یا برٹش لاء (British Law)، ٹریفک قوانین (Trafic Rules) ہوں یا عدالتی نظام(Judicial System)، انسانی اقدار (Human Values) ہوں یا حقوق نسواں(Women Rights)ہوں' سارا عالم آب وگل تعلیمات اسلام کا محتاج ہے۔کیا ہوا جو مسلمان ان تعلیمات سے دور ہوئے اور چور چور ہوئے، اپنا تشخص کھو بیٹھے، مساجد کو ویران کر دیا، قرآن مجید کو الماریوں کی زینت بنا دیا، بغض وکینہ، حسد وغیبت کو دوست بنا لیا مگر وہ کامل مومن جو آج بھی اتباعِ خدا ورسول ﷺ اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہیں دنیا آج بھی انہیں اپنا امام سمجھتی ہے چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم پس ہر منتظم، راہنما، قائد اور استاذ کو

چاہیے کہ وہ پورے اخلاص کے ساتھ محنت اور جدوجہد سے کام کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہر حال میں شامل رکھے اور مشکل کے بعد فتح ونصرت کی واثق اُمید رکھے تو منزل مقصود دور نہیں، کامیابی وکامرانی بعید نہیں۔

## عزت اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے لیے ہے

عزت کا معنیٰ غلبہ، قوت اور حکومت وغیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی عزت کو اپنی عزت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

{یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل وللّٰه العزة ولرسوله وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون٥}۔(المنافقون:8)

ترجمہ: ''وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کی طرف پلٹے تو وہ جو زیادہ عزت والا ہے اس میں سے زیادہ ذلت والے کو نکال دے گا اور عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے لیکن منافقین کو علم نہیں۔''

خود معزز بن جانے سے کوئی معزز نہیں ہوتا عزتیں تو اس ذات کے ہاتھ میں ہیں جو نہ صرف انسانیت کا خالق ہے بلکہ عزتوں کا بھی خالق ہے اس ذات نے عزت کا معیار تقوی رکھا ہے نہ کہ خواہشات کی آوارگی اور اگر کوئی بارگاہ خداوندی سے آوارہ بھی ہو اور سب سے زیادہ معزز ہونے کا

دعوے دار بھی ہو تو یہ دعوی مضحکہ خیز ہے لہٰذا اللہ تعالی ہی خالق و مالکِ ارض وسماء ہے اور وہی {وتعز من تشاء وتذل من تشاء} کی صفت سے متصف ہے جسے وہ عزت دے اسے کوئی ذلت نہیں دے سکتا اور جسے وہ ذلت دے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔عزتیں دینے کا مالک بھی وہی ہے اور وہ ہی ذلتیں دیتا ہے۔اللہ تعالی نے بذات خود منافقین کو ذلت والا قرار دیا اور یہ بھی بتادیا کہ اگر کوئی عزت والا ہے تو وہ خدا،اس کا رسول اور مومنین ہیں اور منافقین اس راز سے بے خبر ہیں۔

## شان نزول ومقصدیت

عبداللہ بن ابی منافق نے کہا:

{لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل}۔

”اگر ہم مدینہ کی طرف پلٹے تو وہ جو زیادہ عزت والا ہے اس میں سے زیادہ ذلت والے کو نکال دے گا۔“

جب عبداللہ بن ابی منافق واپس آرہا تھا تو جناب حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی جو کہ مسلمان تھے۔

وقف علی باب المدینة واستل سیفه فجعل الناس یمرون علیه، فلما جآء ابوه عبدالله بن ابی قال له ابنه: ورائک فقال:

مالک ویلک؟ فقال: و اللہ لا تجوز من ھھنا حتی یاذن لک رسول اللہ ﷺ و کان انما یسیر مسافة فشکا الیه عبداللہ بن ابی ابنه فقال ابنه عبداللہ: و اللہ یا رسول اللہ لا یدخلها حتی تاذن له فاذن له رسول اللہ فقال: اما اذا اذن لک رسول اللہ۔ (تفسیر ابن کثیر 4/476)

ترجمہ: ''در مدینہ پر رکے اور تلوار تان لی پس لوگ اس دروازہ سے گزر رہے تھے تو ان کا والد عبداللہ بن ابی آیا تو اس کے بیٹے نے اس کو کہا پیچھے چلو تو اس کے باپ نے کہا ارے تیری ہلاکت ہو، کیا ہو گیا ہے تجھے؟ تو بیٹے نے کہا اللہ کی قسم! تو یہاں سے اس وقت تک نہیں گزر سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے پھر باپ تھوڑا چلا اور رسول اللہ ﷺ سے بیٹے کی شکایت کی تو بیٹے حضرت عبداللہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم جب تک آپ اسے اجازت نہیں دیں گے، یہ مدینہ میں نہیں آسکے گا پس آپ ﷺ نے اجازت دی تو بیٹے نے کہا یہ اس لیے ہے کہ تجھے رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے۔''

یہ بھی روایت کیا گیا ہے:

قال عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول لابیه: و اللہ لا تدخل المدینة ابدا حتی تقول: رسول اللہ ﷺ الاعز و انا الاذل قال

وجآء الی النبی ﷺ فقال یارسول اللہ انه بلغنی انک ترید ان تقتل ابی فو الذی بعثک بالحق ما تاملت وجهه قط هیبة له ولئن شئت ان اتیک براسه لاتیتک فانی اکره ان اری قاتل ابی۔ ((تفسیر ابن کثیر 4/476))

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی بن سلول سے کہا اللہ کی قسم! تو مدینہ میں کبھی نہیں آسکتا جب تک یہ نہ کہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم معزز اور میں ذلیل ہوں پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم! مجھے پتہ چلا ہے کہ میرے والد کو آپ قتل کرنا چاہتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں کبھی بھی اس کی ہیبت کے لیے اس کی رضا نہیں چاہوں گا اور اگر آپ چاہیں تو میں اس کا سر قلم کر کے آپ کی بارگاہ میں پیش کردوں پس میں اپنے باپ کے کسی اور قاتل کو برداشت نہ کر پاوں گا۔‘‘ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کبھی بھی کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بارے میں کوئی بھی ایسا لفظ بولے کہ جس سے گستاخی کا شائبہ ہو اور رہی عبداللہ بن ابی منافق کی بات تو اس نے جب جسارت کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی زبان وہیں بند کردی۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ، عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنی جان بھی نثار کردینے کی خواہش کی اور نہ صرف اپنے باپ کی محبت کو پسِ پشت ڈالا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اُسے قتل کرنے پر بھی تیار ہوگئے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ تقاضائے محبت یہ ہے کہ اپنے ماں باپ، اہل وعیال بلکہ پوری دنیا سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی جائے کیونکہ یہ ایمانِ کامل کی علامت ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

''میرا کیا منہ جو اُن کی عزت کا کروڑواں حصہ بھی بیان کروں بس ان کو وہ عزت ملی جو ان کو دینے والا رب جانے یا لینے والے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ہم تو صرف اتنا کہہ کر خاموش ہوجائیں کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''۔(شان حبیب الرحمن: 241)

# باب دوم: اللہ ورسول ﷺ سے اعراض اور حکم سزا

## اللہ اور رسول ﷺ کا انکار

### پہلی آیت

اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول ﷺ انکار کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

**{استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم ذلک بانھم کفروا باللہ ورسولہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقینO}** ۔(التوبۃ:80)

ترجمہ: ''آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ،اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی بخشش نہیں کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول کا انکار کیا ہے اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ منکرِ رسول ﷺ کی بخشش اللہ تعالیٰ ہرگز، ہرگز نہیں چاہتا۔اس لیے اپنے محبوب ﷺ کو گستاخ ومنکر کی بخشش طلب کرنے سے منع فرمایا کہ قیامت تک کسی منافق وگستاخ کو جرأت نہ ہو کہ وہ شانِ رسالت کا انکار یا گستاخی کر سکے جو لوگ نبی اکرم ﷺ کے استغفار وشفاعت کے قائل نہیں۔اس آیت **{ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآء**

# باب دوم: اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعراض اور حکم سزا

## اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار

### پہلی آیت

اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکار کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

{استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ذلک بانهم کفروا بالله و رسوله والله لا يهدی القوم الفاسقين○}۔(التوبۃ:80)

ترجمہ: ''آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ، اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی بخشش نہیں کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول کا انکار کیا ہے اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ منکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش اللہ تعالیٰ ہرگز، ہرگز نہیں چاہتا۔ اس لیے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گستاخ و منکر کی بخشش طلب کرنے سے منع فرمایا کہ قیامت تک کسی منافق و گستاخ کو جرأت نہ ہو کہ وہ شانِ رسالت کا انکار یا گستاخی کر سکے جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار وشفاعت کے قائل نہیں۔ اس آیت {ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء

نہیں۔'' اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔(ضیاء القرآن 2/237)

اس آیت کے نزول کا مقصد منکرینِ اسلام اور منکرینِ رسالت کے منہ پر قفل مقوی لگانا ہے اور وہ لوگ جو اپنی بخشش پر اتنا گھمنڈ کرتے ہیں اور واسطۂ رسالت کو چھوڑ کر ڈائریکٹ توحیدی بننے کی کوشش میں مصروف ومشغول اور قرآن واحادیث سے نبی محترم ﷺ کے عیوب ونقائص کو تلاش کرنے میں دن رات کوشاں ہیں۔ وہ اپنے انجام کی فکر کریں اس سے پہلے کہ توبہ کے تمام دروازے بند ہوجائیں اور پھر صرف درِ جہنم ہی کھلا رہ جائے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنے والوں کے لیے رحمت خداوندی کے جملہ ابواب بند ہیں کیونکہ نبی محترم ﷺ کا انکار، دراصل اللہ تعالیٰ کا انکار ہے۔

## دوسری آیت

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون O}۔(التوبۃ:84)

ترجمہ: ''اور آپ ان (منافقین) میں سے جو مر جائے کبھی بھی

نماز (جنازہ) نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی کھڑے نہ ہوں کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور فاسق مرے۔"

اس میں منافقین کی نماز جنازہ اور ان کی قبور پر قیام سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ وہ منکرینِ خدا اور رسول ہیں اور حالتِ کفر میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کی قبروں پر جانے اور ان پر نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرمادیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

{ان صلوتک سکن لھم}۔(التوبۃ:103)

ترجمہ: "بے شک آپ کی دعا اُن کے لیے سکون ہے۔"

لہٰذا اللہ تعالیٰ ہرگز منافقین اور کفار کی بخشش وسکون نہیں چاہتا کیونکہ وہ منکر رسالت اور گستاخِ رسول تھے تو محب کا محبوب سے محبت کا تقاضا ہے کہ وہ محبوب کے دشمنوں کو ہمیشہ دشمن ہی گردانتا ہے اور اس کے گستاخوں سے قطع تعلقی کر کے انہیں سزا کا مرتکب ٹھہراتا ہے۔

## شانِ نزول ومقصدیت

عن ابن عباس قال: سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول، لما توفی عبداللہ بن ابی، دعیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقام الیہ فلما

وقف علیه یرید الصلوٰة تحولت حتی قمت فی صدره فقلت یا رسول الله أ علی عدو الله عبدالله بن ابی القائل یوم کذا کذا و کذا بعدد ایامه قال و رسول الله ﷺ یتبسم، حتی اذا کثرت علیه قال: "اخر عنی یا عمر" انی خیرت فاخترت قد قیل لی (استغفرلهم) الایة، لو اعلم انی لو زدت علی السبعین غفر له لزدت قال ثم صلی علیه و مشی معه وقال علی قبره حتی فرغ منه قال فعجبت من جرأتی علی رسول الله ﷺ و الله و رسوله اعلم قال فو الله ما کان الا یسیرا حتی نزلت هاتان الایتان {و لا تصل علی احد منهم مات ابدا} الآیة۔ فما صلی رسول الله ﷺ بعده علی منافق و لا قام علی قبره حتیٰ قبضه الله عز و جل۔ (تفسیر ابن کثیر 2/496-497)

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا۔ پس آپ تشریف لائے اور نماز کا ارادہ فرمانے لگے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی جو اس دن یہ یہ کہتا رہا اور آپ نے دن بھی گنوائے تو رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے پھر

وقف علیه یرید الصلوٰة تحولت حتی قمت فی صدره فقلت یا رسول الله أ علی عدو الله عبدالله بن ابی القائل یوم کذا کذا و کذا بعدد ایامه قال و رسول الله ﷺ یتبسم، حتی اذا کثرت علیه قال: "اخر عنی یا عمر" انی خیرت فاخترت قد قیل لی (استغفر لهم) الآیة، لو اعلم انی لو زدت علی السبعین غفر له لزدت قال ثم صلی علیه ومشی معه وقال علی قبره حتی فرغ منه قال فعجبت من جرأتی علی رسول الله ﷺ والله ورسوله اعلم قال فوالله ما کان الا یسیرا حتی نزلت هاتان الایتان {ولا تصل علی احد منهم مات ابدا} الآیة۔ فما صلی رسول الله ﷺ بعده علی منافق ولا قام علی قبره حتیٰ قبضه الله عز و جل۔ (تفسیر ابن کثیر 2/496-497)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا۔ پس آپ تشریف لائے اور نماز کا ارادہ فرمانے لگے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی جو اس دن یہ یہ کہتا رہا اور آپ نے دن بھی گنوائے تو رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے پھر

کریم ﷺ سے بیگانہ تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ صدقِ دل سے حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتے تھے اور کئی بار اپنے والد کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے حتی کہ اسے یہاں تک کہہ دیا کہ تو ذلیل ہے اور میرے آقا ﷺ معزز ہیں اور پھر خود اس منافق کی زبان سے بھی کہلوایا کہ تو خود بول کر کہہ کہ میں ذلیل ہوں اور نبی محتشم ﷺ معزز ہیں۔

حضرت عبداللہ نے نبی کریم ﷺ سے ایک بار یہ بھی کہا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ حکم فرمائیں تو میں اپنے والد کا سر قلم کر کے آپ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کر دوں۔

معلوم ہوا کہ منافق اور گستاخِ رسول ﷺ کے لیے اس کے اپنے گھر میں بھی جگہ کی گنجائش نہیں ہوتی وہ اپنی اولاد کے سامنے بھی ذلیل و رسوا ہے۔

عجب بات یہ ہے کہ بیٹا محب رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ مسرور رہے گا اور ابن ابی دشمنِ رسول اللہ ﷺ ہونے کی وجہ سے غمگین و پریشان رہے گا۔

اس لیے ہر بیٹے کو چاہیے کہ سنت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی پر عمل

کرے اور ہر گستاخ رسول باپ کو ذلیل ورسوا کرے اور ہر محب مصطفی ﷺ کو چاہیے کہ سنت صدیقی پر عمل کر کے اپنے بیٹوں کے سر پر لٹکتی ہوئی تلوار چھوڑ جائے تا کہ کوئی بھی بیٹا گستاخیٔ رسول ﷺ کا تصور بھی نہ کر سکے اور یہود ونصاری اور تمام منکرینِ رسالت کی ہر سازش نا کام ہو جائے۔

# اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی

## معصیت کا معنی و مفہوم

مادہ ''ع،ص،ی'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے نافرمانی یا فرمانبرداری سے رُک جانا۔

تعلیمات خدا اور رسول ﷺ سے اجتناب کر کے راہِ فرار اختیار کرنا۔ ایذاء، قتال، مشاقتہ، محاربۃ، خیانتہ۔ یہ تمام الفاظ معصیت کے مفہوم کو بیان کرنے کے لیے قرآن کریم میں استعمال کیے گئے ہیں۔

ان کا ذکر ہم علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے مقام پر کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

## معصیت خدا اور رسول ﷺ اور عذابِ جہنم

جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ کریم ﷺ کی اطاعت جنت اور رضائے خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے اور ہر انسان پر لازم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور نبی محتشم ﷺ کی معصیت و نافرمانی جہنم اور غضب باری تعالیٰ کا سبب ہے۔ لہٰذا ہر انسان پر واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس میں نافرمانی اور معصیت کا شائبہ بھی ہو، ورنہ عذابِ الٰہی کا منتظر رہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نافرمان کو عذاب مہین کی وعید سنائی

ہے: {ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین O}۔(النساء:14)

ترجمہ: ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل کر دے گا اور اس کے لیے رسوائی والا عذاب ہوگا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نافرمان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابداO}۔(الجن:23)

ترجمہ: ''اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔''

## اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے

کہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نافرمان کو عذابِ جہنم کی وعید سنائی اور کبھی معصیتِ خدا اور رسول ﷺ کو کھلی گمراہی قرار دیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسوله امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسوله فقد ضل ضلالا مبیناo}۔(الاحزاب:36)

ترجمہ: ''اور کسی مومن یا مومنہ کے لیے کوئی اختیار نہیں اُس میں جس میں اللہ اور اسکا رسول فیصلہ فرما دیں اور جس نے نافرمانی کی تو وہ کھلی گمراہی کا مرتکب ہوا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ومعصیت کو کھلی گمراہی قرار دیا گیا ہے۔

### شانِ نزول ومقصدیت

امام آلوسی فرماتے ہیں:

نزلت فی زینب بنت الجحش...واخیھا عبداللہ خطبھا رسول اللہ لمولاہ زید بن حارثةوقال: انی ارید ازوجک زید بن

حارثه فانی قد رضیته لک فابت و قالت: یا رسول الله لکنی ارضاع لنفسی و انا ایم قومی و بنت عمتک فلم اکن لا فعل۔

وفی روایة انها قالت: انا خیر منه حسبا و وافقها اخوها عبد الله علی ذلک فلما نزلت الآیة رضیا و سلما فانکحها رسول الله ﷺ زیداً۔ بعد ان جعلت امرها بیده و ساق الیها عشرة دنانیر و ستین درهما مهراً و خمارا و ملحفه و درعا و ازارًا و خمسین مداً من طعام و ثلاثین صاعاً من تمرٍ۔ (روح المعانی 126/16)

ترجمہ: ''یہ آیت کریمہ زینب بنت جحش اور ان کے بھائی عبداللہ کے بارے میں نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام زید بن حارثہ کے لیے حضرت زینب کو پیغامِ نکاح بھیجا اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ زید بن حارثہ سے تمھاری شادی کروں اور میں اس سے تیرے لیے راضی ہوں پس زینب نے انکار کردیا اور کہا یارسول اللہ ﷺ میں جوان ہوں اور اپنی قوم میں کنواری ہوں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹی، تو میں ایسا نہیں کرسکتی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے کہا کہ میں اس سے خاندانی شرافت کے اعتبار سے بہتر ہوں اور حضرت زینب کے ساتھ اُن کے بھائی عبداللہ نے بھی اتفاق کیا پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو

دونوں راضی ہو گئے اور سر تسلیم خم کر لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح جناب زید سے کر دیا جب یہ معاملہ طے پا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو دس دینار اور ساٹھ درہم حق مہر اور چادر، درع، تہبند اور پچیس مد اناج اور تیس صاع کھجور عطا فرمائے۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی مومن کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے انکار کی اجازت نہیں۔ جس کام کا رسول خدا حکم دیں وہ بجا لائیں اور جس کام سے آپ منع فرمائیں اس سے رک جانا چاہیے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

{وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا}۔(الحشر:7)

ترجمہ: ''جس کا تم کو رسول حکم دیں وہ کرو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔''

خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کو ضرر اور تکلیف پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول و فعل وحی الٰہی ہوتا ہے۔

دونوں راضی ہو گئے اور سر تسلیم خم کر لیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح جناب زید سے کر دیا جب یہ معاملہ طے پا گیا تو نبی کریم ﷺ نے اُن کو دس دینار اور ساٹھ درہم حق مہر اور چادر، درع، تہبند اور پچیس مد اناج اور تیس صاع کھجور عطا فرمائے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی مومن کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور آپ ﷺ کے حکم سے انکار کی اجازت نہیں۔ جس کام کا رسول خدا حکم دیں وہ بجالائیں اور جس کام سے آپ منع فرمائیں اس سے رک جانا چاہیے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

{وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنہ فانتھوا}۔(الحشر:7)

ترجمہ: "جس کا تم کو رسول حکم دیں وہ کرو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔"

خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس عمل کو ضرر اور تکلیف پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ہر قول و فعل وحی الٰہی ہوتا ہے۔

دونوں راضی ہو گئے اور سر تسلیم خم کر لیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح جناب زید سے کر دیا جب یہ معاملہ طے پا گیا تو نبی کریم ﷺ نے اُن کو دس دینار اور ساٹھ درہم حق مہر اور چادر، درع، تہبند اور پچیس مد اناج اور تیس صاع کھجور عطا فرمائے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی مومن کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور آپ ﷺ کے حکم سے انکار کی اجازت نہیں۔ جس کام کا رسول خدا حکم دیں وہ بجا لائیں اور جس کام سے آپ منع فرمائیں اس سے رک جانا چاہیے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

{وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا}۔(الحشر:7)

ترجمہ: "جس کا تم کو رسول حکم دیں وہ کرو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔"

خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس عمل کو ضرر اور تکلیف پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ہر قول و فعل وحی الٰہی ہوتا ہے۔

دونوں راضی ہو گئے اور سر تسلیم خم کرلیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح جناب زید سے کر دیا جب یہ معاملہ طے پا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو دس دینار اور ساٹھ درہم حق مہر اور چادر، درع، تہبند اور پچیس مد اناج اور تیس صاع کھجور عطا فرمائے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی مومن کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے انکار کی اجازت نہیں۔ جس کام کا رسول خدا حکم دیں وہ بجالائیں اور جس کام سے آپ منع فرمائیں اس سے رک جانا چاہیے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

{وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنه فانتھوا}۔(الحشر:7)

ترجمہ: "جس کا تم کو رسول حکم دیں وہ کرو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔"

خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کو ضرر اور تکلیف پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول و فعل وحی الٰہی ہوتا ہے۔

دونوں راضی ہو گئے اور سر تسلیم خم کر لیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح جناب زید سے کر دیا جب یہ معاملہ طے پا گیا تو نبی کریم ﷺ نے اُن کو دس دینار اور ساٹھ درہم حق مہر اور چادر، درع، تہبند اور پچیس مد اناج اور تیس صاع کھجور عطا فرمائے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی مومن کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور آپ ﷺ کے حکم سے انکار کی اجازت نہیں۔ جس کام کا رسول خدا حکم دیں وہ بجالائیں اور جس کام سے آپ منع فرمائیں اس سے رک جانا چاہیے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

{وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنہ فانتھوا}۔(الحشر:7)

ترجمہ: "جس کا تم کو رسول حکم دیں وہ کرو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔"

خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس عمل کو ضرر اور تکلیف پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ہر قول و فعل وحی الٰہی ہوتا ہے۔

دونوں راضی ہو گئے اور سر تسلیم خم کر لیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح جناب زید سے کر دیا جب یہ معاملہ طے پا گیا تو نبی کریم ﷺ نے اُن کو دس دینار اور ساٹھ درہم حق مہر اور چادر، درع، تہبند اور پچیس مد اناج اور تیس صاع کھجور عطا فرمائے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی مومن کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور آپ ﷺ کے حکم سے انکار کی اجازت نہیں۔ جس کام کا رسول خدا حکم دیں وہ بجالائیں اور جس کام سے آپ منع فرمائیں اس سے رک جانا چاہیے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

{وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا}۔(الحشر:7)

ترجمہ: "جس کا تم کو رسول حکم دیں وہ کرو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔"

خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس عمل کو ضرر اور تکلیف پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ہر قول و فعل وحی الٰہی ہوتا ہے۔

# اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد شکنی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{كيف يكون للمشركين عهد عند الله وعند رسوله الا الذين عاهدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لكم فاستقيموا لهم ان الله يحب المتقين٥}۔(التوبۃ:7)

ترجمہ: ''مشرکین سے آپ کا کوئی معاہدہ نہیں ہوگا ماسوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا پس وہ تمہارے لئے ڈٹے رہیں اورتم ان کے لئے بے شک اللہ تعالی صاحبانِ تقوی سے محبت فرماتا ہے۔''

مشرکین نے جب عہد توڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عدم استقامت پر آیت کریمہ کا نزول فرما کر آقائے کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقت حال پر متنبہ فرمایا اور جنھوں نے عہد کی پاسداری کی ان کو نویدِ تقویٰ اور محبتِ خداوندی کا مژدۂ جانفزا سنایا۔

## شانِ نزول اور مقصدیت

قال السدی والکلبی وابن اسحاق:

هم قبائل من بكر بنو خزيمة وبنو مدلج وبنو ضمرة وبنو

الدیل وهم الذین کانوا قد دخلوا فی عهد قریب یوم الحدیبیة فلم یکن نقض العهد الا قریش و بنو الدیل من بنی بکر فامر باتمام العهد لمن لم ینقص وهم بنو ضمرة وهذا القول اقرب الی الصواب۔۔۔الخ۔ (البغوی 270/2)

ترجمہ: ''سدی، کلبی اور ابن اسحاق نے کہا کہ: بنو بکر قبیلہ میں سے بنو خزیمہ، بنو مدلج، بنو ضمرہ اور بنو الدیل اور وہ لوگ جو حدیبیہ کے قریب قریب کے زمانہ تھے ان میں سے بنو دیل اور قریش نے عہد توڑا اور بنو ضمرہ نے عہد نہیں توڑا سو ان کو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ سے کیے گئے عہد و پیمان کی پاسداری سے ہی باطن کی صفائی ممکن ہے اور عہد و پیمان کو توڑنے والے نہ تو تقویٰ کے لائق و قابل ہیں اور نہ ہی اسلام سے کوئی تعلق وابستگی ہے سو اللہ و رسول ﷺ سے کیے گئے وعدہ کی وفا ہر حال میں لازم و ضروری ہے ایک ایسا عہد و میثاق بھی ہے جب خالقِ کائنات نے عالم ارواح میں ہر روح سے استفسار فرمایا:

{الست بربکم} تو وعدہ کرنے والوں نے بلیٰ کہہ کر پاسداری کا یقین دلایا مگر آج کیا ہو گیا انھی مشرکین کی ارواح بھی اور مومنین

الدیل وھم الذین کانوا قد دخلوا فی عھد قریب یوم الحدیبیة فلم یکن نقص العھد الا قریش وبنو الدیل من بنی بکر فامر باتمام العھد لمن لم ینقص وھم بنو ضمرة وھذا القول اقرب الی الصواب۔۔۔الخ۔ (البغوی 270/2)

ترجمہ: ''سدی، کلبی اور ابن اسحاق نے کہا کہ: بنو بکر قبیلہ میں سے بنو خزیمہ، بنو مدلج، بنو ضمرہ اور بنو الدیل اور وہ لوگ جو حدیبیہ کے قریب قریب کے زمانہ تھے ان میں سے بنو دیل اور قریش نے عہد توڑا اور بنو ضمرہ نے عہد نہیں توڑا سو ان کو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ سے کیے گئے عہد و پیمان کی پاسداری سے ہی باطن کی صفائی ممکن ہے اور عہد و پیمان کو توڑنے والے نہ تو تقویٰ کے لائق وقابل ہیں اور نہ ہی اسلام سے کوئی تعلق وابستگی ہے سو اللہ ورسول ﷺ سے کیے گئے وعدہ کی وفا ہر حال میں لازم وضروری ہے ایک ایسا عہد ومیثاق بھی ہے جب خالقِ کائنات نے عالم ارواح میں ہر روح سے استفسار فرمایا:

{الست بربکم} تو وعدہ کرنے والوں نے بلیٰ کہہ کر پاسداری کا یقین دلایا مگر آج کیا ہو گیا انھی مشرکین کی ارواح بھی اور مومنین

الدیل وھم الذین کانوا قد دخلوا فی عھد قریب یوم الحدیبیة فلم یکن نقص العھد الا قریش وبنو الدیل من بنی بکر فامر باتمام العھد لمن لم ینقص وھم بنو ضمرة وھذا القول اقرب الی الصواب۔۔۔الخ۔(البغوی 270/2)

ترجمہ: ''سدی، کلبی اور ابن اسحاق نے کہا کہ: بنو بکر قبیلہ میں سے بنو خزیمہ، بنو مدلج، بنو ضمرہ اور بنو الدیل اور وہ لوگ جو حدیبیہ کے قریب قریب کے زمانہ تھے ان میں سے بنو دیل اور قریش نے عہد توڑا اور بنو ضمرہ نے عہد نہیں توڑا سوان کو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ سے کیے گئے عہد و پیمان کی پاسداری سے ہی باطن کی صفائی ممکن ہے اور عہد و پیمان کو توڑنے والے نہ تو تقویٰ کے لائق وقابل ہیں اور نہ ہی اسلام سے کوئی تعلق وابستگی ہے سو اللہ ورسول ﷺ سے کیے گئے وعدہ کی وفا ہر حال میں لازم وضروری ہے ایک ایسا عہد ومیثاق بھی ہے جب خالقِ کائنات نے عالم ارواح میں ہر روح سے استفسار فرمایا:

{الست بربکم} تو وعدہ کرنے والوں نے بلیٰ کہہ کر پاسداری کا یقین دلایا مگر آج کیا ہو گیا انھی مشرکین کی ارواح بھی اور مومنین

الدیل وھم الذین کانوا قد دخلوا فی عھد قریب یوم الحدیبیة فلم یکن نقص العھد الا قریش وبنو الدیل من بنی بکر فامر باتمام العھد لمن لم ینقص وھم بنو ضمرة وھذا القول اقرب الی الصواب۔۔۔الخ۔ (البغوی2/270)

ترجمہ: ’’سدی، کلبی اور ابن اسحاق نے کہا کہ: بنو بکر قبیلہ میں سے بنو خزیمہ، بنومدلج، بنوضمرہ اور بنوالدیل اور وہ لوگ جو حدیبیہ کے قریب قریب کے زمانہ تھے ان میں سے بنو دیل اور قریش نے عہد توڑا اور بنوضمرہ نے عہد نہیں توڑا سو ان کو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ سے کیے گئے عہد وپیمان کی پاسداری سے ہی باطن کی صفائی ممکن ہے اور عہد و پیمان کو توڑنے والے نہ تو تقویٰ کے لائق وقابل ہیں اور نہ ہی اسلام سے کوئی تعلق وابستگی ہے سو اللہ ورسول ﷺ سے کیے گئے وعدہ کی وفا ہر حال میں لازم وضروری ہے ایک ایسا عہد ومیثاق بھی ہے جب خالقِ کائنات نے عالم ارواح میں ہر روح سے استفسار فرمایا:

{الست بربکم} تو وعدہ کرنے والوں نے بلیٰ کہہ کر پاسداری کا یقین دلایا مگر آج کیا ہو گیا انھی مشرکین کی ارواح بھی اور مومنین

الدیل وھم الذین کانوا قد دخلوا فی عھد قریب یوم الحدیبیة فلم یکن نقص العھد الا قریش وبنو الدیل من بنی بکر فامر باتمام العھد لمن لم ینقص وھم بنو ضمرة وھذا القول اقرب الی الصواب۔۔۔الخ۔ (البغوی 270/2)

ترجمہ: ''سدی، کلبی اور ابن اسحاق نے کہا کہ: بنو بکر قبیلہ میں سے بنو خزیمہ، بنومدلج، بنوضمرہ اور بنوالدیل اور وہ لوگ جو حدیبیہ کے قریب قریب کے زمانہ تھے ان میں سے بنو دیل اور قریش نے عہد توڑا اور بنو ضمرہ نے عہد نہیں توڑا سو ان کو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ سے کیے گئے عہد و پیمان کی پاسداری سے ہی باطن کی صفائی ممکن ہے اور عہد و پیمان کو توڑنے والے نہ تو تقویٰ کے لائق وقابل ہیں اور نہ ہی اسلام سے کوئی تعلق وابستگی ہے سو اللہ ورسول ﷺ سے کیے گئے وعدہ کی وفا ہر حال میں لازم وضروری ہے ایک ایسا عہد ومیثاق بھی ہے جب خالقِ کائنات نے عالم ارواح میں ہر روح سے استفسار فرمایا:

{الست بربکم} تو وعدہ کرنے والوں نے بلیٰ کہہ کر پاسداری کا یقین دلایا مگر آج کیا ہو گیا انھی مشرکین کی ارواح بھی اور مومنین

الدیل وھم الذین کانوا قد دخلوا فی عھد قریب یوم الحدیبیة فلم یکن نقص العھد الا قریش وبنو الدیل من بنی بکر فامر باتمام العھد لمن لم ینقص وھم بنو ضمرة وھذا القول اقرب الی الصواب۔۔۔الخ۔(البغوی2/270)

ترجمہ: ''سدی ،کلبی اور ابن اسحاق نے کہا کہ: بنوبکر قبیلہ میں سے بنو خزیمہ، بنومدلج ، بنوضمرہ اور بنوالدیل اور وہ لوگ جو حدیبیہ کے قریب قریب کے زمانہ تھے ان میں سے بنو دیل اور قریش نے عہد توڑا اور بنوضمرہ نے عہد نہیں توڑا سوان کو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ سے کیے گئے عہد و پیمان کی پاسداری سے ہی باطن کی صفائی ممکن ہے اور عہد و پیمان کو توڑنے والے نہ تو تقویٰ کے لائق وقابل ہیں اور نہ ہی اسلام سے کوئی تعلق وابستگی ہے سو اللہ ورسول ﷺ سے کیے گئے وعدہ کی وفا ہر حال میں لازم وضروری ہے ایک ایسا عہد ومیثاق بھی ہے جب خالقِ کائنات نے عالم ارواح میں ہر روح سے استفسار فرمایا:

{الست بربکم} تو وعدہ کرنے والوں نے بلیٰ کہہ کر پاسداری کا یقین دلایا مگر آج کیا ہو گیا انھی مشرکین کی ارواح بھی اور مومنین

وقربت کو بیان کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبیب خاص ہونے کی وجہ سے کیا یہاں تک کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو تکلیف دیتا ہے۔جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینا یہ ہے کہ اس کی ایسی صفات بیان کرے جس سے وہ منزہ ہے یا اس کے محبوب بندوں کو ستائے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دینا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی فعل شریف کو ہلکی نگاہ سے دیکھے یا کسی قسم کا طعن کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر خیر کو روکے،آپ کو عیب لگائے۔اس قسم کے لوگ دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں۔''(نور العرفان:513)

کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ گاہے بگاہے آقا علیہ السلام کو ایذاء و تکلیف دیتے رہتے،کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں کانٹے اور کبھی پتھروں کی برسات،کبھی قتل کی دھمکیاں اور کبھی راستوں میں رکاوٹیں ڈالنا،کبھی بحالت نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اوجھڑی پھینک کر استہزاء و مذاق اور کبھی شعب ابی طالب میں قید و بند کی صعوبتیں، کبھی ہجرت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کرنا اور کبھی مدینہ طیبہ میں لڑائی کے لیے آنا۔

یعنی ہر قسم کی ایذاء دینے میں کفار و مشرکین اور منافقین کسی نہ کسی طرح اس فعل بد اور عادت شنیعہ و قبیحہ میں مصروف و مشغول رہتے تھے۔ ظاہر ہے حضور سراج منیر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے بھیجا۔ اگر کوئی ان کو ایذاء دے تو یقینا اللہ تعالیٰ کو ایذاء ہوگی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول ﷺ کو ایذاء دینے والے پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اسے عذاب جہنم کی وعید سناتا ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ و اعدلھم عذابا مھیناO}۔(الاحزاب:57)

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

## شان نزول مقصدیت

یہ آیت مبارکہ ان یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا کر یا اس کے بندوں کو تکلیف دے کر ایذاء دیتے تھے اور اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی کریم ﷺ کو ساحر، مجنوں، شاعر کہہ کر پکارتے تھے۔

یعنی ہر قسم کی ایذاء دینے میں کفار و مشرکین اور منافقین کسی نہ کسی طرح اس فعل بد اور عادت شنیعہ وقبیحہ میں مصروف ومشغول رہتے تھے۔ ظاہر ہے حضور سراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے بھیجا۔ اگر کوئی ان کو ایذاء دے تو یقینا اللہ تعالیٰ کو ایذاء ہوگی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دینے والے پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اسے عذاب جہنم کی وعید سناتا ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھیناO}۔(الاحزاب:57)

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

## شان نزول مقصدیت

یہ آیت مبارکہ ان یہود ونصاریٰ اور کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا کر یا اس کے بندوں کو تکلیف دے کر ایذاء دیتے تھے اور اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساحر، مجنوں، شاعر کہہ کر پکارتے تھے۔

گئے۔صبح یونیورسٹی کلاسز کے لیے گئے تو وہاں چندافراد کھڑے تھے جن میں سے ایک محض طنزا بولا: ”تمھارا رسول کانفرس میں آیا تھا کہ نہیں“

یقین کریں یہ لفظ سنے تو جگر پھٹنے لگا اور بے ساختہ منہ سے الفاظ نکلے:

جس نے تمہیں راہ ہدایت کا راہی بنایا اور تاریک راہوں سے نکال کر روشن راہوں کا مسافر کیا اس ہستی کے بارے میں تمھارے پاس کہنے کو یہ الفاظ ہیں حالانکہ تم خود کو بہت بڑے اسلام کے داعی اور سکالر سمجھتے ہو بہر کیف اس طرح کے اور بھی واقعات پیش آئے ایسے ایسے الفاظ بولے جاتے اور پھر جو دل پر گزرتی اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا یہ ساری باتیں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی ذات کے متعلق ایسی باتیں کرنے سے پہلے یہ خیال کرنا چاہیے کہ ہم کس شخصیت کے بارے میں کہہ رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں؟

ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی یونیورسٹی میں ایسی ایسی شخصیات بھی پائی جاتی ہیں جن کو دیکھتے ہی خدا یاد آجاتا ہے جو دن رات اسلام کی خدمت میں کوشاں ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلامی یونیورسٹی کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے تا کہ وہاں سے عاشقانِ مصطفی کریم ﷺ کا جھرمٹ دنیا کے کونے کونے تک پھیل جائے۔ (آمین)

# اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزاء

## استہزاء کا معنی ومفہوم

ھ، ز، ی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مذاق اُڑانا، کسی پر ہنسنا، ٹھٹھہ کرنا۔ لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو پھر اس کا مطلب ہوگا اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق استہزا فرماتا ہے یعنی ان کے مذاق اور ٹھٹھہ کا جواب دیتا ہے۔

مذاق اڑانا، کسی پر ہنسنا اور ٹھٹھہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا درست نہیں کیونکہ ان میں عیب پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب ونقوص سے پاک ہے لہٰذا جن جن تراجم میں ایسے معانی پائے جاتے ہیں ان کی اصلاح ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ استہزاء کو اپنے ساتھ استہزاء قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے

{ولئن سالتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قل أبالله وآياته ورسله كنتم تستهزؤن ٥ لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم}۔(التوبۃ:65-66)

ترجمہ: ’’اور اگر آپ اُن سے پوچھیں تو کہیں گے ہم تو ایسے ہی بات چیت

اور دل لگی کر رہے تھے تو آپ فرما دیں کہ کیا تم اللہ اور اس کی نشانیوں اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑاتے ہو تم معذرت نہ کرو اب ایمان لانے کے بعد تم کافر ہو چکے ہو۔''

جس وقت منافقین نے حضور نبی کریم ﷺ کے انقلابی تصورات اور جذبۂ خدمت اسلام اور بشارات کو سنا اور دیکھا تو مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے کہ یہ انقلاب کبھی نہیں آئے گا، یہ فتوحات کبھی نہیں ہوں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ منافقین جھوٹے قرار پائے اور نبی محتشم ﷺ کا مذاق اڑانے والے نشانِ عبرت بن گئے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا مذاق اُڑانا اور ایسی باتیں کرنا کہ سننے یا دیکھنے والا محسوس کرے کہ یہ تو سراسر گستاخی اور استہزاء ہے۔ تو یہ ایسا ہی ہے گویا کہ اللہ کی ذات کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے اور یہ بات تو واضح طور پر عبارت سے معلوم ہو رہی ہے۔

## شانِ نزول و مقصدیت

سبب نزول هذه الآية على ما قال الكلبي و مقاتل و قتادة ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان يسير في غزوة تبوك وبين يديه ثلاثة نفر من

المنافقین اثنان یستهزیان بالقراٰن و الرسول و الثالث یضحک قبل کانوا یقولون: ان محمداًیزعم انه یغلب الروم ویفتح مدائنهم ما ابعده من ذلک وقیل کانوا یقولون: ان محمداًیزعم انه نزل فی اصحابنا المقیمین بالمدینة قراٰن و انما هو قوله و کلامه فاطلع اللّٰہ نبیه ﷺ علیٰ ذلک فقال: اجلسوا علی الرکب فدعاهم وقال لهم: قلتم کذا و کذا؟ فقالوا: انما کنا نخوض ونلعب ای کنا نتحدث ونخوض فی الکلام کما یفعل الرکب لقطع الطریق بالحدیث و اللعب۔ (البغوی 70/4، الخازن 302/3)

ترجمہ: ’’اس آیت کا سبب نزول وہی ہے جو کلبی، مقاتل اور قتادہ کا قول ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کے آگے تین منافقین تھے۔ دو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑا رہے تھے اور تیسرا ہنس رہا تھا یہ کہا گیا ہے کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ بے شک محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ وہ روم پر غالب اور مدائن فتح کر لیں گے۔ یہ کتنی بعید بات ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ یہ قرآن اُن ہمارے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوا جو مدینہ میں رہتے ہیں ارے یہ تو اُن کا اپنا قول اور کلام ہے پس

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب نبی ﷺ کو اس پر مطلع فرما دیا تو آپ نے فرمایا اپنی اپنی سواریاں روک لو پھر آپ نے ان کو بلایا اور فرمایا تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم تو دل لگی اور ویسے ہی بات چیت کر رہے تھے جس طرح ہم سفر آپس میں دل لگی کی باتیں کرتے ہیں۔"

مقصدِ نزول یہ ہے کہ کسی حال میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں نہ کی جائیں جو اُن کی شانِ اقدس کے خلاف ہوں چاہے نظریہ و مقصد کچھ بھی ہو مگر اجازت نہیں کہ حضور ﷺ کے عیوب و نقوص بیان کیے جائیں یا آپ کی بتائی ہوئی خبر کو جھوٹا تصور کرنا یا مذاق اڑانا کیوں کہ آپ کا احترام اور توقیر خدا کا احترام اور توقیر ہے اور آپ کی اطلاعات کو جھوٹا قرار دینا اللہ تعالیٰ کی اخبار کا رد کرنا ہے کیونکہ آپ کا کسی طرح کے بھی حالات سے مطلع فرمانا وحی الٰہی سے ہوتا ہے۔

# اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت

## خیانت کا معنی و مفہوم

یہ خ۔و۔ن سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کم کرنا، بے وفائی کرنا۔ یہ امانت کی ضد ہے کیونکہ جب کوئی آدمی خیانت کرتا ہے تو وہ نقصان اٹھاتا ہے۔خیانت یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں امانت و دیانت کا خیال نہ رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت کو اپنے ساتھ خیانت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{یاایھا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا امانتکم وانتم تعلمون O }۔(الانفال:27)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور امانتوں میں بھی خیانت مت کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔''

اس آیت کریمہ میں تمام تر خیانتوں سے روکا گیا ہے چاہے وہ سری ہوں یا جہری، چاہے وہ کسی کے لیے ہوں یا اپنے اہل وعیال کی خاطر۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس فرمادیا کہ کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے والدین، بچوں اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں، چاہے وہ صحابیٔ رسول ہی کیوں نہ ہو۔خالقِ ارض وسماء

کسی کو بھی اسلامی معاملات میں خیانت اور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں تنقیص کی اجازت نہیں دیتا۔

## اسلام کے ساتھ ایک بہت بڑی خیانت

آج کل کچھ مسلمان غیر اسلامی ممالک میں جا کر اپنے نیشنلٹی کارڈز (Nationality Cards) بنوانے کے لیے غیر مسلموں سے نکاح کر لیتے ہیں (یہ جائز ہے لیکن اہم اسلامی ریاست کو مضبوط بنانا ہے) اور ان کی صف میں اپنا نام شامل کروانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح کچھ غیر مسلم لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں وہ مسلمانوں کو U.K. کا جھانسہ دے کر ان کے ایمان کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں یا کچھ لوگ جہاد کے نام پر نوجوانوں کو ورغلا کر لے جاتے ہیں اور کچھ مخصوص مدت تک ان کو مروا کر شہید کا لیبل (Lable) لگوا دیتے ہیں یا پھر کچھ لوگ اپنی من پسند کی آیات تلاش کر کے لوگوں کو انکار رٹہ لگواتے ہیں اور پھر وہ لوگ مفسر قرآن اور شارح حدیث بن کر سچے مسلمانوں کے ایمان پر دھاوا بول دیتے ہیں یا پھر نبی کریم ﷺ کی شان ارفع و اعلیٰ میں نقوص وعیوب نکال کر ظاہراً اسلام کی صف اول میں کھڑا ہونے کے لیے کوشاں رہتے ہیں یا پھر کچھ لوگ دایاں دکھا کر بایاں مارتے ہیں اور کچھ لوگ اپنی

جہالت وضلالت کی وجہ سے اسلام کے عظیم ستونوں کی قبور کو بت قرار دے کر لوگوں کو متنفر کرنے کی ناکام کوشش اور سعیٔ ناتمام کرتے ہیں اور پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اندرون کھاتہ (Indoor) اجلاس میں نبی کریم ﷺ کی صفات کو داغدار کرنے میں کوشاں رہتے ہیں یعنی کبھی کہہ دیا وہ تو ہماری طرح کے بشر ہیں اور کبھی کہہ دیا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں، کوئی اختیار نہیں۔ اختیار تو کسی بھی مملکت کے صدر کے پاس بہت ہیں اور رہی ان کی شان میں غلو کی بات تو ہماری زبانیں ہی اس قابل نہیں کہ ان کا ذکر پاک کر سکیں۔ قرآن کریم سے عظیم کلام اور کونسا ہوگا جو نبی کریم ﷺ کی رفعت کو بیان کر رہا ہے۔

## شانِ نزول ومقصدیت

امام زہری اور کلبی فرماتے ہیں:

**نزلت الایة فی ابی لبابة هارون بن عبدالمنذر الانصاری من بنی عوف بن مالک و ذلک ان رسول اللہ ﷺ حاصر یهود قریظة احدی وعشرین لیلة فسالوا رسول اللہ ﷺ فصلح علی ما صالح علیه اخوانهم من بنی نضیر علی ان یسیروا الی اخوانهم الی اذرعات واریحا من ارض شام فابی رسول اللہ ﷺ ان یعطیهم**

ذلک الا ان ینزلوا علی حکم سعد بن معاذ فابوا وقالوا: ارسل الینا ابا لبابة بن عبد المنذر وکان مناصحالهم، لان ماله وولده وعیاله کانت عندهم فبعثه رسول اللہ وآتاهم: فقالوا له: یا ابا لبابه! ماتریٰ انزل علی حکم سعد بن معاذ؟ فاشار ابولبابة بیده علی حلقة انه الذبح فلا تفعلوا، قال ابو لبابه، واللہ ما زالت قد رای من مکانهما حتی عرفت انی قد خنت اللہ ورسوله ثم انطلق علی وجهه ولم یات رسول اللہ ﷺ وشد نفسه علی ساریة من سواری المسجد وقال: واللہ! لا اذوق طعاما ولا شرابا حتی اموت او یتوب اللہ علی فلما بلغ رسول اللہ ﷺ خبره قال: اما لوجأنی لاستغفرت له فاما اذا فعل ما فعل فانی لا اطلقه حتی یتوب اللہ علیه فمکث سبعة ایام، لا یذوق طعاما ولا شرابا حتی خر مغشیا علیه ثم تاب اللہ علیه فقیل له: یا ابا لبابة قد یتب علیک فقال: لا واللہ لا احل نفسی حتی یکون رسول اللہ ﷺ هو الذی یحلنی فجآءه فحله بیده ثم قال ابو لبابة: یارسول اللہ ان من تمام توبتی ان اهجر دار قومی التی اصبت فیها الذنب وان انخلع من مال کله، قال النبی ﷺ: یجزیک الثلث فتصدق به فنزلت فیه لا تخونوا۔۔۔۔الایة۔(البغوی 347/3،روح المعانی 60/7،النیسابوری 75/4)

ترجمہ: ''یہ آیت ابولبابہ ہارون بن منذر کے بارے میں نازل ہوئی جن کا تعلق بنو عوف قبیلے سے تھا اور واقعہ اس وقت پیش آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریظہ کے یہود کا اکیس دن محاصرہ کیے رکھا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بنو نضیر کی طرح کھیتوں اور باغات جو شام میں تھے' پر صلح کے لیے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے دینے سے انکار کر دیا اس شرط پر کہ وہ لوگ سعد بن معاذ کے حکم پر ہتھیار پھینک کر نیچے اُتر آئیں پس انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پاس ابولبابہ کو بھیجیں اور ان کے خیر خواہ تھے کیونکہ ان کا مال اور گھرانہ ان کے پاس تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو بھیجا جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا اے ابولبابہ! سعد کے حکم پر اترنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے پس ابولبابہ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی ذبح پس انہوں نے نہ اترنے کا فیصلہ کر لیا۔ جناب ابو لبابہ کا کہنا تھا کہ اللہ کی قسم میں وہاں سے ہٹا بھی نہ تھا کہ مجھے لگا کہ میں نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت کر دی ہے پھر وہ وہاں سے مسجد نبوی گئے اور ستون کے ساتھ خود کو باندھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ آئے اور کہنے لگے خدا کی قسم! نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں، یا پھر اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ پس جب اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں معافی لے دیتا اب وہ بارگاہِ خدا میں عرض پرداز ہے سو وہی معافی دے گا پس آپ نے خود کو سات دن باندھے رکھا، نہ کھایا، نہ پیا یہاں تک کہ بے ہوشی طاری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی پس ابولبابہ سے کہا گیا کہ آپ کی توبہ قبول کرلی گئی ہے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں خود کو نہیں کھولوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ مجھے نہ کھولیں پس آپ ﷺ تشریف لائے اور ابولبابہ کو کھول دیا پھر ابولبابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میری توبہ قبول ہوئی ہے تو میں اپنا گھر بار چھوڑنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے مجھ سے خطا سرزد ہوئی اور اپنا سارا مال چھوڑنا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھے تہائی کافی ہے پس اسے صدقہ کردے پس یہ سبب ہے آیت لاتخونوا کا۔‘‘

امام رازی نے اس کے اور بھی شان نزول بیان کیے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت کی صلح اور قربت کی حکمت عملی نہیں اپنانی چاہیے، کبھی ان کو مسجد میں آرام کے لیے جگہ اور کبھی ان کے قلعے کا محاصرہ، کبھی ان کے ساتھ معاہدہ اور کبھی علی الاعلان قتال۔ کیونکہ منافق اپنی منافقت اور چال بازی سے باز نہیں آتا۔ لہٰذا ان کے ساتھ نرم لہجے سے بات بھی کریں اور ان کو آنکھیں بھی دکھائیں کیونکہ ایسا نہ ہو کہ آپ صرف سختی

سے توڑ لئے جائیں یا صرف نرمی کی وجہ سے نچوڑ لیے جائیں۔

یہاں پر مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے جو درسِ عبرت بھی ہے اور درسِ فراست بھی۔ اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے میں نہیں جانتا لیکن فقط نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ایک مثال ذکر کر رہا ہوں۔ (اس کا صحت وضعف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔)

ایک علاقے میں ایک سانپ رہتا تھا وہاں کے لوگ اُس سے بہت تنگ تھے۔ ایک دن وہاں سے ایک بزرگ گزرے اُن سے لوگوں نے شکایت کی کہ یہ سانپ ہمیں بہت تکلیف دیتا ہے۔ انہوں نے اس سانپ کو منع کر دیا اور کہا کہ کسی کو تکلیف نہیں دینی۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ چلے گئے اور پھر حال یہ ہوا کہ اس علاقے کا جو بندہ بھی وہاں سے گزرتا تھا وہ سانپ کو تنگ کرتا تھا، کنکریاں مارتا تھا یہاں تک کہ ایک دن وہاں سے پھر وہی بزرگ گزرے اور دیکھتے ہیں کہ سانپ لہولہان اور زخمی ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا آپ نے خود ہی تو منع کیا تھا تو انہوں نے فرمایا میں نے تجھے ان کو تکلیف دینے سے منع کیا تھا یہ تو نہیں کہا تھا کہ تو اپنی پھنکار ہی چھوڑ دے۔

اس واقعہ کو غور سے پڑھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نرمی کے ساتھ سختی بھی

کرنی پڑتی ہے ورنہ نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

اس شانِ نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ:

چاہے کوئی صحابی بھی اگر خیانت کا سوچ لے تو اسے بھی اجازت نہیں۔ مگر آج کے زبان درازوں کو کس طرح اجازت مل گئی کہ وہ برسر منبر کھڑے ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں یا خیانت کا تصور بھی کریں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ندامت کے بعد توبہ کی قبولیت ہو جاتی ہے لیکن ندامت ایسی ہو کہ دوبارہ کبھی بھی رجوع کا شائبہ نہ ہو۔ اگر غور کیا جائے تو حضرت ابولبابہ کی توبہ ایسی توبہ تھی کہ کھانا، پینا، بیوی، بچے سب کچھ چھوڑ کر انہوں نے صرف بارگاہِ الٰہی کو اپنے تصورات و تخیلات کا مرکز بنالیا اور تمام تر توجہات خالق کائنات کی طرف کر دیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیامت تک حضرت ابولبابہ کی توبہ کا ذکر کیا جاتا رہے گا۔

یہ بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں انکے لئے بخشش طلب کرتا۔ یعنی بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری بھی گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

کرنی پڑتی ہے ورنہ نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

اس شانِ نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ:

چاہے کوئی صحابی بھی اگر خیانت کا سوچ لے تو اسے بھی اجازت نہیں۔مگر آج کے زبان درازوں کو کس طرح اجازت مل گئی کہ وہ برسرِ منبر کھڑے ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں یا خیانت کا تصور بھی کریں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ندامت کے بعد توبہ کی قبولیت ہو جاتی ہے لیکن ندامت ایسی ہو کہ دوبارہ کبھی بھی رجوع کا شائبہ نہ ہو۔اگر غور کیا جائے تو حضرت ابولبابہ کی توبہ ایسی توبہ تھی کہ کھانا، پینا، بیوی، بچے سب کچھ چھوڑ کر انہوں نے صرف بارگاہِ الٰہی کو اپنے تصورات وتخیلات کا مرکز بنالیا اور تمام تر توجہات خالق کائنات کی طرف کردیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیامت تک حضرت ابولبابہ کی توبہ کا ذکر کیا جاتا رہے گا۔

یہ بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں انکے لئے بخشش طلب کرتا۔یعنی بارگاہِ مصطفوی ﷺ کی حاضری بھی گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

کر دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے اور اصل اس فانی دنیا کی خواہشات نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی محبت واطاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اس آیت کریمہ کو نازل کرنا اور اپنے ذکر کے ساتھ حضور ﷺ کا ذکر کرنا اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ خیانت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت ہے۔

# اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت

## عداوت

ع، د، و سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے دشمنی اور ظلم میں حد سے بڑھ جانا۔

کسی سے مخالفت و دشمنی رکھنے اور ظلم میں حد سے بڑھ جانے کا نام عداوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عداوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

{من کان عدوا اللہ وملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو اللکفرین ٥}۔(البقرۃ:98)

ترجمہ: ”جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے پس بے شک اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔“

اس میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسل کی دشمنی کو اپنی عداوت قرار دیا۔

فرشتوں سے عداوت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے تھی کیونکہ یہودیوں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واطاعت نہیں کی۔ ظاہر ہے اگر اتباع واطاعت کریں تو یہودی کیوں کہلائیں، محمدی کہلائیں اور حضرت جبریل امین پر الزامات اس لیے لگائے کیونکہ ان کی سوچ کے مطابق حضرت جبریل امین عذاب نازل کرنے والے فرشتے ہیں حالانکہ

دیکھا جائے تو وہ تو پیامبر ہیں جو اللہ کا پیغام مصطفی کریم ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ چاہے وہ قرآن ہو یا سنتِ مصطفی ﷺ کی صورت میں۔

لہٰذا جبریل و میکائیل کی دشمنی رسول اللہ ﷺ کی دشمنی ٹھہری اور رسول اکرم ﷺ کی دشمنی خدا کی دشمنی ہوئی۔ اس کے علاوہ بھی وہ نبی کریم ﷺ کا انکار اور مخالفت کرتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمن قرار دیا۔ یاد رہے یہود و نصاریٰ صرف اسلام کی ہی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اسلام کے ساتھ تعلق رکھنے والے تمام کے تمام سسٹم (System) کی مخالفت کرتے ہیں۔ چاہے وہ اللہ کی ذات ہو یا رسول ﷺ ہوں، وہ فرشتے ہوں یا امت مصطفی ﷺ کے اولیاء و علماء ہوں۔ جب انکا مقصد ہی اسلام کی مخالفت ہے تو وہ ہر طریقہ اور حربہ استعمال کریں گے

جس طرح کہا جاتا ہے: ''ایک شرارت سو حجت'' چاہے کوئی یہودی و عیسائی ہزار اِدھر اُدھر کی مارے لیکن یہ لوگ اسلام کے ہمدرد نہیں ہو سکتے۔ ہزار بار یہ لوگ لبادۂ اسلام اوڑھ کر ہزاروں مسجدِ ضرار تعمیر کر لیں۔ یہ کسی صورت میں بھی دامنِ اسلام میں پناہ لینے کے خواہاں نہیں ہوں گے۔

# اللہ اور رسول ﷺ سے دشمنی

## محادۃ

ح، د، د سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مخالفت کرنا، عداوت رکھنا، لڑائی جھگڑا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے مخالفین کو ذلیل قرار دیا اور محبین کو جنت و رضا اور کامیابی کا مژدہ جانفزا سنایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو اپنی مخالفت اور محبوب کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{ان الذین یحادون اللہ و رسولہ اولئک فی الاذلین o کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز o لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوآدون من حآد اللہ و رسولہ ولو کان اٰبآءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھٰر خالدین فیھا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون o}۔(المجادلۃ 20-22)

ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں

وہ ہیں ہی ذلیل، اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ میں اور میرا رسول ہی غالب آئیں گے بے شک اللہ قوی و غالب ہے آپ اُن لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں کبھی اُن لوگوں سے محبت کرتا نہیں دیکھیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں اگرچہ وہ اُن کے باپ، بیٹے، بھائی، یا خاندان ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو مضبوط کر دیا ہے اور روح سے اُن کی مدد کی اور انہیں ایسی جنت میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ اُن سے وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہی اللہ کی جماعت ہے خبردار اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔''

لفظ حاد اور یحادون کی وضاحت کرتے ہوئے امام ماوردی لکھتے ہیں:

فیہ ثلاثۃ اوجہ:

احدھا: من حارب اللہ و رسولہ۔ قالہ قتادۃ و الفراء

الثانی: من خالف اللہ و رسولہ۔ قالہ الکلبی

الثالث: من عادی اللہ و رسولہ۔ قالہ مقاتل۔

(النکت و العیون 250/6)

ترجمہ: ''اس میں تین وجوہ ہیں۔

ا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کی یہ قول قتادہ اور فراء کا ہے

۲۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی۔ یہ قول کلبی کا ہے۔
۳۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عداوت و دشمنی رکھی۔ یہ قول مقاتل کا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں سرزمین گجرات کی عظیم علمی شخصیت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"صحابہ کرام کی زندگی اس آیت کی جیتی جاگتی تصویر ہے جو کبھی نہیں مٹ سکتی۔ ابو عبیدہ بن الجراح نے اُحد میں اپنے باپ جراح کو، حضرت علی نے بدر میں عتبہ بن ربیعہ کو۔ حضرت عمر نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو، مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمیر کو بدر میں قتل کیا، ابو بکر صدیق نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو پکار کر کہا کہ آجا! باپ بیٹے کے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ مگر حضور ﷺ نے منع فرما دیا۔ بعد میں عبدالرحمن ایمان لے آئے تھے۔ (نور العرفان 654)

یعنی ایک طرف دیکھا جائے تو صاحبان رسول ﷺ اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ باپ کی پرواہ، نہ بھائی کی پرواہ، نہ بیٹے کی پرواہ۔

جب بھی حکم خدا و رسول ﷺ آیا یا محبت رسول ﷺ کا معاملہ سامنے آیا تو سب کچھ پیچھے چھوڑ کر پہلے آپ ﷺ کی بارگاہ کا انتخاب کیا اور ہر رشتہ سے پہلے رشتہ محبت رسول ﷺ کو ترجیح دی اور پھر وہ

لوگ بار بار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہونے کو باعث فخر و مسرت سمجھتے تھے۔

اور دوسری جانب نگاہ دوڑائی جائے تو کچھ لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت و دشمنی رکھتے تھے کبھی وہ میدانِ بدر میں اپنی ذلت و رسوائی کا سبب بنتے ہیں اور کبھی ابوجہل و ابولہب جیسے رُسوائے زمانہ بنتے ہیں۔ حالانکہ محبت و چاہت و اطاعت و اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا تکمیل ایمان ممکن ہی نہیں۔ اس لیے دعویٰ اسلام سے پہلے محبت رسول کے تقاضے اور آدابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ان الذین یحادون اللہ ورسولہ کبتوا کما کبت الذین من قبلھم وقد انزلنا ایات بینات وللکفرین عذاب مھین ○}۔ (المجادلۃ:5)

ترجمہ: ”بے شک مخالفین خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے ذلیل کیے گئے جیسے ان کے پچھلے اور ہم نے کھلی نشانیاں نازل (بیان) کر دیں اور کافروں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔“

اس آیت کریمہ میں بھی مذکورہ آیت کی طرح مخالفین و معاندین کی

ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ، ان کو ذلیل ورسوا قرار دیا گیا اور عذاب مھین کی بشارت سنائی گئی ہے۔

## یحادون کا معنی

امام سمرقندی فرماتے ہیں:

{ان الذین یحادون اللہ ورسولہ} یعنی: یحادون ویشاقون اللہ ورسولہ ویقال یشاقون اولیاء اللہ ورسولہ یعنی الذین یشاقون اولیاء اللہ لان احدا لا یحادی اللہ ولکن من عادی اولیاء اللہ فقد عادی اللہ تعالیٰ۔(بحر العلوم263/4)

ترجمہ: ''یعنی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ عداوت ودشمنی رکھتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ جو اولیاء اللہ اور رسول سے دشمنی رکھتے ہیں کیونکہ اللہ سے کسی کی دشمنی نہیں ہے مگر جس کی دشمنی اولیاء اللہ سے ہوئی اس کی دشمنی اللہ سے ہی ہے۔''

امام قشیری لکھتے ہیں:

الذین یخالفون امر اللہ ویترکون طاعۃ رسول اللہ ﷺ اذلوا وخذلوا کما اذل الذین من قبلھم من الکفار والعصاۃ وقد اجری اللہ سنتہ بالانتقام من اھل الاجرام فمن ضیع للرسول سنۃ

**واحدث فی دینه بدعة انخرط فی هذا السک ووقع فی هذا الذل۔**(تفسیر قشیری 97/7)

ترجمہ: ''وہ لوگ جو اللہ کے حکم کی مخالفت اور رسول ﷺ کی اطاعت کو چھوڑ دیتے ہیں تو کفار اور نافرمانوں کی طرح ذلیل ورسوا کر دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجرموں سے انتقام کا ایسا طریقہ جاری کر دیا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑا اور دین میں بدعت پیدا کی تو وہ جانور کی طرح رسی چھڑا کر اس راستے سے بھاگ گیا اور ذلت میں پڑ گیا۔''

منافقین کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طریقہ سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے آئے ہیں۔ بظاہر ساتھ ساتھ رہے لیکن حقیقتاً مخالفت کرتے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان کی منافقت سے آگاہ فرمادیتے تھے ورنہ منافقین کی منافقانہ چالوں سے بچنا آسان کام نہیں۔ کہیں نہ کہیں داغ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی عصمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**{واللہ یعصمک من الناس}**۔(المائدۃ:67)

ترجمہ: ''اور اللہ نے آپ کو لوگوں سے محفوظ فرمالیا۔''

اسی طرح منافقین کی چال سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا:{وقالت الاعراب اٰمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا}۔(الحجرات:14)

ترجمہ: ’’دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے پس آپ فرمادیں: کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔‘‘

یعنی دل سے تصدیق کا نام ایمان ہے اور زبان سے اقرار کا نام اسلام ہے چونکہ وہ لوگ جھوٹا دعویٔ ایمان کررہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوی کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم مومن نہیں، مسلم ہو۔یعنی تمہاری زبانیں اقرار کررہی ہیں لیکن تمہارے دل انکاری ہیں۔

بعینہٖ جہاں جہاں کفار ومشرکین اور منافقین نے دھوکہ دینے، چال بازی یا اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبوں کو اس انداز میں ناکام بنادیا کہ ان کی ہر دھوکہ دہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آگاہ فرما کر ان کے خلاف کامیاب حکمت عملی اپنانے کا حکم دیا۔

# اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت

## مشاقہ کا معنی ومفہوم

مادہ ش،ق،ق سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مخالفت کرنا، جھگڑا کرنا، دشمنی رکھنا۔(المعجم الوسیط:577) یہ لفظ بھی معصیت ومخالفت کے معنی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{ذلک بانھم شاقوا اللّٰہ ورسولہ ومن یشاق اللّٰہ فان اللّٰہ شدیدالعقابo}۔(الحشر:4)

ترجمہ: ”یہ (عذاب) اس وجہ سے ہے کہ انہوں (بنونضیر) نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جس نے اللہ کی مخالفت کی پس بے شک اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے یہودیوں (کے افعال جو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت میں کرتے تھے اور آپ کی اتباع نہیں کرتے تھے) کو دردناک اور سخت عذاب کی وعید سنائی ہے اور باقی انسانیت کو بھی درس اتباع واطاعت دیا ہے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی ومخالفت کو اپنی مخالفت قرار دیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک یہ بھی بڑا لطیف اشارہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ محبوب کا ذکر کیا اور پھر صرف اپنا ذکر کیا یہ بھی دراصل قرب کی طرف اشارہ ہے۔ لہٰذا آج کے اس دور میں ایسی سوچ رکھنے والے لوگ اس آیت کریمہ سے سبق حاصل کریں اور مخالفت مصطفوی ﷺ کو مول نہ لیں جو کہ ہلاکت اور عذابِ خداوندی کا باعث ہے۔

## سبب نزول

امام طبری فرماتے ہیں:

**هذا الذی فعل اللہ بھؤلآء الیھود ما فعل بھم من اخراجھم من دیارھم و قذف الرعب فی قلوبھم من المومنین و جعل لھم فی الاخرة عذاب النار بما فعلوا ھم فی الدنیا من مخالفتھم اللہ و رسوله فی امره و نھیه وعصیانھم ربھم فیما امرھم به من اتباع محمد** ﷺ۔ (جامع البیان 268/23)

ترجمہ: ''یہ اللہ تعالیٰ نے ان یہود کے ساتھ ایسا کیا، اُن کو شہروں سے نکالا اور اُن کے دلوں میں مومنین کا رعب ڈال دیا اور اُن کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب رکھ دیا کیونکہ وہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم و نہی کی مخالفت اور نافرمانی کرتے تھے اُن احکام کی جن کا اللہ تعالیٰ نے

نبی کریم ﷺ کی اتباع میں حکم دے رکھا تھا۔''

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے اور نافرمانی کو اپنا وطیرہ بنا لیا تھا جو بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کا انجام ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو شدید سزا دیتا ہے کہ اس کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔'' (ضیاء القرآن 5/166)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی اور ان کی مخالفت ونافرمانی عذابِ جہنم کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا کوئی مشرک ہو یا منافق، کافر ہو یا مومن کسی کو حق نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم كل بنان o ذلك بانهمشاقوا الله ورسوله ومن يشاقق الله ورسوله فان الله شديد العقاب o}۔ (الانفال:13-12)

ترجمہ: ''تو تم (کفار کی) گردنوں کے اوپر سے ضرب لگاؤ اور ان میں سے ہر ایک کے جوڑ توڑ دو کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور

جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں حکم قتال دیا جارہا ہے اور کفار کی گردن پر مارنے یعنی اُن کے ایک ایک جوڑ کو مارنے اور بے کار دینے کا حکم دیا جارہا ہے اس کی وجہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی مخالفت و دشمنی ہے۔

اس میں ایک اشارہ فاضر بوا فوق الاعناق سے دنیاوی سزا کی طرف یعنی مخالفین کا نام ونشان نہ رہے شدید العقاب سے اخروی سزا کی طرف اشارہ ہے یعنی دنیا وآخرت میں اُن کے لیے دردناک سزا ہے۔

## شانِ نزول ومقصدیت

غزوۂ بدر کے موقع پر جب مشرکین نے پانی پر قبضہ کرلیا اور مسلمانوں کو ریت کی وجہ سے تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرما کر مومنین کو تقویت بخشی اور پھر اُن کے جوڑ جوڑ مارنے کا حکم دیا تاکہ وہ رسول ﷺ اور اصحابِ رسول ﷺ کو ایذاء پہنچانے کا سوچ بھی نہ سکیں اور واصلِ جہنم ہوجائیں۔

مقصدیت یہ ہے کہ جب بھی مجاہدین خدا ورسول ﷺ کی ذات کے لیے میدان میں اترتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی طرف سے طاقت عطا

فرماتے ہیں لہٰذا ہر دین کے داعی اور راہی کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور معیتِ خدا اور رسول ﷺ کو اپنے لیے بہت بڑا سرمایہ سمجھے۔

## اللہ اور رسول ﷺ سے لڑائی

### محاربۃ

ح، ر، ب سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے جنگ اور لڑائی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کسی قسم کی مخالفت اور نافرمانی محاربہ کہلاتی ہے اور لڑائی و نافرمانی کرنے والوں کے لیے دنیا و آخرت میں رسوائی اور عذابِ عظیم ہے۔

### پہلی آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیمO}۔(المائدۃ:33)

ترجمہ: ''بے شک اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کرنے والوں اور فساد کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل یا سولی چڑھا دیا جائے اور اُن

کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں یا انہیں زمین بدر کر دیا جائے یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

لہٰذا اس آیت کریمہ میں رسول امین ﷺ سے جنگ اور لڑائی (صدقہ کے اونٹوں کو چرا کر لے جانا اور محافظ کے قتل) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ جنگ اور لڑائی قرار دیا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا تعلق عرینہ قبیلہ سے تھا اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو اونٹوں کے دودھ اور پیشاب کے ذریعے علاج بتایا اور وہ ٹھیک بھی ہو گئے لیکن وہ مدینہ کی چراگاہ کے اونٹ لے کر بھاگے اور ایک صحابی حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر دیا پھر ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد ان کی سزا کے بارے میں اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ صحابیٔ رسول ﷺ سے جنگ کو رسول امین ﷺ سے جنگ اور رسول امین ﷺ سے جنگ کو اللہ تعالیٰ سے جنگ قرار دیا گیا ہے اور پھر اس کے بدلے میں اُن کے لیے ایسی سخت سزا مقرر فرمائی کہ کبھی بھی کسی قوم یا قبیلہ یا جماعت کے لوگوں میں جرأت نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو کسی طرح کا کوئی دکھ یا تکلیف پہنچائیں۔

## شانِ نزول

عن انس رضی اللہ عنہ قال: قدم علی النبی ﷺ نفر من عکل فاسلموا و حتووا المدینۃ فامرھم (النبی ﷺ) ان یاتوا ابل الصدقۃ فیشربوا من ابوالھا و البانھا ففعلوا فصحوا فارتدوا و قتلوا رعاتھا و استاقوا الابل فبعث النبی ﷺ فی آثارھم فاتی بھم فقطع ایدیھم وارجلھم وسمل اعینھم ثم لم یحسمھم حتی ماتوا۔ (البغوی 48/3، المصنف لابن ابی شیبۃ 437/6، السنن للنسائی 97/7)

ترجمہ: ''عکل کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اسلام قبول کرلیا لیکن مدینہ میں رہنا پسند نہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کی چراگاہ میں چلے جائیں اور ان کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور صحیح ہوگئے پھر وہ مرتد ہوگئے اور چرواہوں کو قتل کردیا اور اونٹ چرا کر لے گئے۔

پس نبی کریم ﷺ نے ان کا پیچھا کرنے کا حکم دیا اور ان کو پکڑ کر لایا گیا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھیری گئیں پھر وہ جی نہ سکے اور مر گئے۔''

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام نے اُن کے لیے جو سزا تجویز فرمائی وہ

ظلم نہیں تھا بلکہ ادلہ کا بدلہ تھا اُن لوگوں نے صحابیٔ رسول ﷺ کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر ان کو شہید کر دیا تھا اور ڈاکہ ڈالا اور مرتد ہو گئے تھے۔ اُن تمام تر افعالِ شنیعہ و مذمومہ کی اسلام میں شدید مذمت ہے کیونکہ یہ دہشت گردی ہے اور اسلام سراسر دہشت گردی کے خلاف ہے کیونکہ اسلام کا مطلب ہی امن وسکون ہے اور دہشت گردی کا سدِّ باب اسلام نے تعزیرات، حدود و قصاص اور جہاد کے ذریعے کیا ہے تا کہ کلمۂ حق بلند ہو جائے اور جب کلمۂ حق بلند ہو گا تو ہر طرف عدل وانصاف کی حکومت ہو گی اور حق وصداقت کا بول بالا ہو گا۔

اگر چہ کچھ اصول وقوانین کی دیدنی بظاہر بڑی مشکل اور کٹھن لگتی ہے لیکن حقیقت میں وہی اصول وقوانین اصلاحِ انسانیت ومعاشرہ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اس دنیا میں جہاں بھی ایسے قوانین پائے جاتے ہیں اس میں معاشرتی خرابیاں بہت کم اور معاشرہ کی تشکیل بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام کے یہ قوانین تشکیل معاشرت کے لیے رہبر ورہنما ہیں۔

## دوسری آیت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{والذين اتخذوا مسجدا ضرارا وكفرا وتفريقا بين المومنين وارصادا لمن حارب الله ورسوله من قبل وليحلفن ان اردنا الا الحسنىٰ والله يشهد انهم لكذبون ٥}۔(التوبۃ:107)

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے، کفر پھیلانے اور مومنین کے درمیان تفرقہ ڈالنے اور اس شخص کا ٹھکانا بنانے کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی جنگ میں ہے اور وہ ضرور بہ ضرور حلف اٹھائیں گے کہ ہم تو صرف بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں اور اللہ ان کے جھوٹا ہونے کی گواہی دیتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں منافقین کی چال بازیوں اور منافقوں کا سد باب کیا گیا ہے اور قیامت تک کے لیے ایسی مساجد کی تعمیر و اندراج (Registration) اور ان میں آمد و رفت سے منع کر دیا گیا ہے جن میں اسلام کے خلاف سازشیں اور نبی کریم ﷺ کے مشن کے خلاف پروپیگنڈے ہوں۔ ہزار بار لوگ یہ کہیں کہ یہ مسجد ہم نے لوگوں کی اصلاح اور دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے بنائی ہے لیکن جس مسجد میں اللہ اور اس کے

رسول ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت ہو رہی ہو اس کو مسجد اسلام کہنا بھی مساجد اسلام کی توہین ہے اسلام نے ایسی عمارت کو مسجد ضرار کے ساتھ ملقب کر کے منافقین کے ناکام عزائم کو بے مطلوب و بے مقصود کر دیا ہے۔

## شان نزول و مقصدیت

قال البغوی:نزلت هذه الآية فی جماعة المنافقين بنوا مسجدا يضارون به مسجد قباء وكانوا اثنی عشر رجلا من اهل النفاق: وديعة بن ثابت وجذام بن خالد ومن داره اخرج هذا المسجد وثعلبة بن حاطب وجارية بن عامر وابناه مجمع وزيد ومعتب بن قشير وعباد بن حنيف، وابو حبيبة بن الازعر وخبتل بن الحارث، وبجاد بن عثمان ورجل يقال له؛ بحزج بنوا هذا المسجد ضرارا يعنی؛ مضارة للمومنين (وكفرا) بالله ورسوله (وتفريقا بين المومنين) لانهم كانوا جميعا يصلون فی مسجد قباء، فبنوا مسجد الضرار ليصلی فيه بعضهم فيؤدی ذلک الی الاختلاف وافتراق الكلمة وكان يصلی بهم مجمع بن جاريه فلما فرغوا من بنائه اتوا رسول الله ﷺ وهو يتجهز الی تبوک فقالوا: يارسول الله انا قد بنينا مسجد الذی العلة والحاجة والليلة المطيرة

رسول ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت ہو رہی ہو اس کو مسجد اسلام کہنا بھی مساجد اسلام کی توہین ہے اسلام نے ایسی عمارت کو مسجد ضرار کے ساتھ ملقب کر کے منافقین کے ناکام عزائم کو بے مطلوب و بے مقصود کر دیا ہے۔

## شان نزول و مقصدیت

قال البغوی:نزلت هذه الآیة فی جماعة المنافقین بنوا مسجدا یضارون به مسجد قباء وکانوا اثنی عشر رجلا من اهل النفاق: ودیعة بن ثابت وجذام بن خالد ومن داره اخرج هذا المسجد وثعلبة بن حاطب وجاریة بن عامر وابناه مجمع وزید ومعتب بن قشیر وعباد بن حنیف، وابو حبیبة بن الازعر وخبتل بن الحارث، وبجاد بن عثمان ورجل یقال له؛ بحزج بنوا هذا المسجد ضرارا یعنی؛ مضارة للمومنین (وکفرا) بالله ورسوله (وتفریقا بین المومنین) لانهم کانوا جمیعا یصلون فی مسجد قباء، فبنوا مسجد الضرار لیصلی فیه بعضهم فیؤدی ذلک الی الاختلاف وافتراق الکلمة وکان یصلی بهم مجمع بن جاریه فلما فرغوا من بنائه اتوا رسول الله ﷺ وهو یتجهز الی تبوک فقالوا: یارسول الله انا قد بنینا مسجد الذی العلة والحاجة واللیلة المطیرة

تیار کی گئی اور ثعلبہ بن حاطب، جاریہ بن عامر اور اس کے بیٹے مجمع اور زید اور معتب بن قشیر اور عباد بن حنیف اور ابو حبیبہ بن الازعر اور خبتل بن الحارث و بجاد بن عثمان اور ایک اور شخص جس کو بحزج کہا جاتا تھا انہوں نے مسجد ضرار یعنی مومنین کو نقصان پہنچانے کے لیے مسجد بنائی کیونکہ وہ مسجد قباء میں نماز پڑھتے تھے پس مسجد ضرار اس لیے بنائی گئی تاکہ اُن مومنین میں سے کچھ ادھر آ کر نماز پڑھیں تاکہ وہ اختلاف و تفرقہ میں پڑ جائیں اس میں مجمع بن جاریہ نماز پڑھاتا تھا پس جب وہ لوگ مسجد بنا کر فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ غزوۂ تبوک کے لیے تیاری فرما رہے تھے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے مسجد بنائی ہے وہ مریضوں اور حاجت مندوں کے لئے رات کے اندھیروں وغیرہ کی وجہ سے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لا کر ہمیں اس میں نماز پڑھا دیں اور ہمارے لیے برکت کی دعا فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سفر کے تیار ہوں جب ہم واپس آئے تو آ کر نماز پڑھائیں گے جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے اور ذی اوان میں جو مدینہ کے قریب جگہ ہے قدم رنجا فرمایا تو وہ لوگ آ گئے اور مسجد میں آنے کا پوچھا تو آپ نے اپنی قمیص منگوائی تاکہ پہنیں اور مسجد میں تشریف لے جائیں تو آپ پر قرآن کریم کا

نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مسجد ضرار کی خبر دی اور ان کے ارادوں سے آگاہ فرمایا پس رسول اللہ ﷺ نے مالک بن الدخشم، معن بن عدی، عامر بن السکن اور حمزہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور اُن سے فرمایا اس مسجد کی طرف چلو جس کے متولی ظالم ہیں پس اس مسجد کو گرا اور جلا دیا پھر وہ جلدی سے باہر آ گئے۔ یہاں تک کہ وہ بنوسالم بن عوف اور وہ مالک کے گھر وہی تھے انکے پاس آئے تو مالک نے کہا تم ٹھہرو میں گھر سے آگ لے کر آتا ہوں پس آپ گھر گئے، کھجور کی ٹہنی لی اور آگ کا شعلہ بھڑکایا پھر پورے غصے میں مسجد میں داخل ہو کر جلا دیا اور گرا دیا اور متولیانِ مسجد بھاگ گئے۔"

مسجد ضرار کو ضرار اس لیے کہا گیا کیونکہ اس مسجد کی تعمیر کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و دشمنی تھا اور جس کی بنیاد ہی ایسی سازشوں اور پروپیگنڈوں پر ہو وہ مسجد ضرار ہی ہو سکتی ہے، مسجد نافع نہیں۔ ظاہراً اگر منافقین کے عزائم و مقاصد دیکھے جائیں تو یہ اُن کا بہت ہی مشفقانہ و ماہرانہ کام نظر آتا ہے مگر جب اس کی حقیقت کی طرف نگاہ ڈالی جائے تو یہ کلیسا و صنعاء سے کم نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں دعوت دینا اور

برکت کے حصول کا کہنا' بدنیتی پر مبنی تھا جس کو اللہ تعالی نے افشا کیا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ جب آپ ﷺ مسجد ضرار میں قدم رنجا فرمائیں گے تو حصول برکت کے لیے یہاں مومنین آتے رہیں گے اور ہم لوگوں کو بتاتے رہیں گے کہ یہ وہ مسجد ہے جس میں خود آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔

نبی کریم ﷺ کا صحابہ کو مسجد گرانے کا حکم دینا اور صحابہ کا جلدی سے مسجد کی طرف جانا اور اس کو جلانا و گرانا جذبہ ایمانی، احکامِ شرع کی پاسداری، محبت و اطاعت و اتباعِ رسول ﷺ کی علامت ہے۔ لٰہذا ہر وہ مسجد جہاں منافقت کا بازار گرم ہو اس کو گرانا احکام شرع کے عین مطابق ہے لیکن یہ ذمہ داری حکومت وقت یا حکومت کے مقرر کردہ نمائندوں کی ہے عوام الناس کی نہیں۔

## مسلمانوں کے نام ایک اہم پیغام

آج کے اس دور میں یہ پہچاننا مشکل ہے کہ منافق کون ہے؟ کیونکہ کچھ لوگ عملی منافق ہونے کے ساتھ ساتھ اعتقادی منافق بھی ہوتے ہیں اور ان کی ہمہ تن یہی کوشش ہوتی ہے کہ ہماری منافقت ظاہر نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے یہ طریقے اور راستے آسان فرمادیے ہیں تاکہ کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہوجائے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی

ہو جائے۔

خیال رہے کہ منافقین اپنی منافقانہ چالوں سے پہچانے جاسکتے ہیں اگر وہ محبت مصطفی اور غلامیٔ مصطفی ﷺ کے قائل نہ ہوں، ادبِ بارگاہِ رسالت ﷺ سے عاری ہوں، آپ ﷺ کا نام لینے سے ان کے چہرے رونق افروز نہ ہوں، آپ ﷺ کے نقوص وعیوب نکالیں یا ان کو بیان کریں اور آپ ﷺ کے ذکرِ مبارک پر غلو کے فتوے لگا کر تنقیص کے قائل ٹھہریں وہ صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہوں اور اولیاء اللہ کے دشمن ہوں، وہ قرآن وحدیث کو بیان ایسے کریں گویا کہ وہ شیخ القرآن یا شیخ الحدیث ہیں مگر قرآن وحدیث کے حقیقی معنی کے ساتھ ان کو کوئی لگن نہ ہو۔

اسلام اور جہاد کے نام پر لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے اُن کو اپنے مقاصد کے تحت استعمال کریں۔ لوگوں کو قرآن وحدیث اور شریعت پر عمل کا جھانسہ دیں اور کہیں کہ ہم اپنے پاس سے کوئی بات نہیں کرتے ہم جو بھی کہتے ہیں قرآن وحدیث سے کہتے ہیں۔ کچھ مسلمان ان کے دامنِ فریب میں آکر راہ حق سے بھٹک جاتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مسجد ضرار کے بانیوں نے بھی یہی انداز اختیار کیا تھا لیکن خالق ومالکِ ارض وسما کو گوارا نہیں کہ کوئی شانِ رسالت میں تنقیص کا سوچے۔

چنانچہ اے مسلمانو! ایسے لوگوں کی باتوں کو سن کر یہ مت سمجھنا کہ یہ لوگ اسلام کے علمبر دار ہیں بلکہ یہ لوگ تو اسلام کی جڑیں کاٹنے والے ہیں جو ایسی مساجد بنا کر انبیاء اور اولیاء کی عظمت و رفعت کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔

## حاکم وقت کی ذمہ داری

مسجد ضرار والا واقعہ مدینہ طیبہ کا واقعہ ہے کیونکہ مسجد ضرار مسجد قباء کے قریب بنائی گئی اور مسجد قبا مدینہ طیبہ میں واقع ہے اور حضور نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ کے حاکم، قاضی اور جج تھے جنہوں نے قرآن کریم کے حکم کے مطابق مسجد ضرار کو گرادیا۔ معلوم ہوا کہ ایسی مساجد جن میں اسلام مخالف قوتیں اسلام کی مخالفت کررہی ہوں اور ظاہری لبادۂ شرافت اوڑھ کر سادہ مسلمانوں کو گمراہ کررہی ہوں ان کی سرگرمیوں کا سدِّ باب کرنا حکمران و حاکمِ وقت کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا حاکم وقت کو چاہیے کہ وہ تمام ایسی مساجد کو گرانے کا حکم دے جن کے بانیان کے مقاصد اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تعلیمات اسلام کی مخالفت کرنا اور پاسبان اسلام کی عزت و حرمت کو پامال کرنا ہو یا پھر ان لوگوں کو مساجد سے باہر نکال کر صحیح العقیدہ مسلمان کا انتخاب کرے۔

اور اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ ایسے خطباء و واعظین جو امت مسلمہ میں انتشار اور فتنہ وفساد کا سبب بنیں انہیں خطبہ و وعظ سے روک دے تا کہ اسلام کی تعلیمات صحیحہ کی اشاعت ہو اور مخالفین اسلام کے پروپیگنڈے ناکام ہوں کیونکہ مساجد تعلیمات اسلام کا بنیادی اور اہم مرکز اور ایسا ادارہ ہیں جو اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرتی ہیں جس طرح والدین اپنے بچوں کی جسمانی پرورش کرتے ہیں یوں ہی مساجد کے ذریعے سے علمی اور روحانی تربیت کی جاتی ہے۔

# اللہ ورسول ﷺ کا اظہارِ بیزاری

## برأت

ب، ر، أ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بیزاری، چھٹکارا، لاتعلقی، کسی کا کسی سے بیزار ہو جانا، ترکِ تعلق اور انقطاع العصمیۃ یعنی حفاظت کا ذمہ اُٹھا کر اسکو لاتعلق کر دینا۔

یہاں براءت سے مراد دین سے لاتعلقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ بیزاری ولاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

{برا ء ۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکینo}۔(التوبۃ:1)

ترجمہ: ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کی طرف بیزاری کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے لاتعلقی اور بیزاری کا اعلان فرمایا ہے کیونکہ مشرکین نے جو عہد حضور ﷺ سے کیا تھا انہوں نے توڑ دیا ماسوائے بنوضمرہ اور بنوکنانہ کے۔ پس انہوں نے عہدِ مصطفی ﷺ کو توڑا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عہدِ مصطفی ﷺ توڑنے کی وجہ سے اپنا اور اپنے محبوب ﷺ کی بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان آیتِ قرآنی کی

کے ساتھ فرما دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا تعلق و رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ رہے تو ذاتِ باری تعالیٰ سے بھی لاتعلق ہو جاتا ہے کیونکہ پوری کی پوری سیرتِ طیبہ اور سنتِ مبارکہ وحیُ الٰہی کا بیان و تفسیر ہے۔

## شانِ نزول و مقصدیت

امام خازن لکھتے ہیں:

قال المفسرون: لما خرج رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی تبوک کان المنافقون یرجفون الاراجیف و جعل المشرکون ینقضون عھودا کانت بینھم و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فامر اللّٰہ عزوجل بنقص عھودھم و ذلک قولہ سبحانہ و تعالیٰ: {و اما تخافن من قوم خیانۃ} الآیہ۔ ففعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما امر بہ و نبذ الیھم عھودھم قال الزجاج: ای قد برئ اللّٰہ و رسولہ من اعطائھم العھود و الوفآء بما اذا نکثوا۔ (تفسیر خازن 224/3)

ترجمہ: ”مفسرین کا کہنا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے گئے تو منافقین افواہیں پھیلانے لگے جو اُن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان معاہدے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اُن معاہدوں کو توڑنے کا حکم فرما دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان {و اما تخافن من قوم خیانۃ} پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی کیا جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور آپ نے مشرکین کے معاہدوں کو توڑ دیا۔

امام زجاج فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مشرکین کے عہد و وفاء توڑنے کی وجہ سے ان سے بیزاری کا اعلان فرمادیا۔"

معلوم ہوا کہ منافقین کے واویلے ہوں یا مشرکین کے عہد و پیمان کی خلاف ورزی۔ یہ سراسر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے اور جو بھی قوانین اسلام کی خلاف ورزی کرے گا اس کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بیگانہ ہے اور ظاہر ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بیگانہ ہو وہ ایک مسلمان کا دوست کیونکر ہو سکتا ہے چاہے لاکھ عہد و پیمان کی یقین دہانی کرائے، ہزار مرتبہ ہاتھ ملائے' وہ بظاہر مہربانی کرتا نظر آ بھی رہا ہو لیکن یاد رکھیں اس کے پیچھے چھپے ہوئے اس کے عزائم و مقاصد ضرور ہوں گے جو تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

کفار و مشرکین کی تاریخ بھری پڑی ہے کہ انہوں نے بہت سے مقامات پر مسلمانوں کے کندھے پر رکھ کر چلانے کی کوشش کی۔ کسی مسلم مملکت میں رہنے والے مسلمان کو پیسے کی جھلک دکھا کر گمراہ کر لیا اور پھر اس کو Protocol دے کر اسلامی ریاست کے Departments کو تباہ کرنے کی مذموم کوشش کی اور بہت حد تک بظاہر کامیاب بھی رہے اور پھر پورے کے پورے ملک میں افراتفری اور دہشت گردی کی فضا قائم کر دی۔

افغانستان، عراق وغیرہ کے حالات اس بات پر گواہ ہیں کہ کافر اور مشرک تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ ایران نے آنکھیں دکھائیں تو کفر و شرک بھاگ اُٹھا۔ کاش آج بھی مسلمان سمجھ جائیں اور بجائے اس کے کہ وہ غدار اسلام و مسلمین کے لقب سے ایک پیٹ کی خاطر ملقب ہوں۔ انہیں چاہیے کہ ابھی بھی سمجھ جائیں اور زیادہ حیرانگی اس بات پر ہوتی ہے

جب بڑے بڑے جنرل اور حکومت کے نمائندے اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ (Head of Department) کفر کی دلدل میں پھنس کر لالچ کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوب کر اپنے ایمان کو کافر کے آگے بیچ کر آخرت کے حساب سے بے فکر ہو جاتے ہیں اور اس وطن فانی کو وطن باقی سمجھ کر ڈیرہ لگا لیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ بڑے بڑے نمرود وفرعون اور شداد وابوجہل بھی اس دنیا میں نہ رہے۔ان کی اکڑ آسمان سے باتیں کرتی تھی مگر آج وہ زمین بوس ہو گئے یا زمین میں بھی جگہ نہ پا سکے تو آپ کس کھیت کی مولی ہیں جو کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور منافقت وکفر کا بازار بھی گرم کر رکھا ہے۔

اپنے ایک پیٹ کو مت دیکھو۔اسلام کا اتنا بڑا Set up دیکھو جس کی تعلیمات سے کل عالم حیران وششدر ہے۔چند روپوں کی لالچ میں اپنا اتنا قیمتی ایمان مت بیچو جو ہدایت خداوندی کے سوا کہیں سے نہیں ملتا۔یہ سانس چند لمحوں کی مہمان ہے نجانے کس وقت دل کی دھڑکن تھم جائے اور اس روئے زمین سے ناطہ ٹوٹ جائے اور دو گز زمین ہی مقدر بن کر رہ جائے۔

لٰہذا اٹھو اور اسلام کے داعی بن کر ہر قصرِ کفر پر اسلام کا پرچم لہرا دو تا کہ کفر وشرک، ظلمت وہلاکت، گمراہی وبدامنی کو مات ہو اور سارا عالم سکون کی زندگی گزار سکے۔

ایک اور مقام پر اظہارِ بیزاری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریٔ من المشرکین ورسولہ}۔(التوبۃ:3)

ترجمہ: ''اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان عام ہے لوگوں کے لیے حج اکبر کے دن کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔''

اس آیت کا مفہوم و مطلب بھی وہی ہے جو مذکورہ بالا کا ہے۔

## گستاخِ رسول ﷺ کا حکم

کچھ لوگ تو وہ ہیں جو چاہتوں کے ارمان لیے، سینوں میں شمع عشق رسول ﷺ چراغاں کیے، مشتاق نگاہوں کو منتظرِ شاہِ خوباں کیے، اصلِ کائنات، جانِ کائنات، شانِ کائنات، روحِ کائنات، وجہِ تخلیقِ کائنات، ہادی و رہبر کائنات، سُرور وسَرورِ کائنات کے لیے جان و دل لیے عالمِ وارفتگی میں گشتگانِ محبت بن کر جانثاری کو سرمایۂ افتخار تصور کرتے ہیں۔

اور کچھ وہ لوگ ہیں جو شومئ قسمت، بغاوت وغداری، منافقت وارتداد، عہد شکنی و بدعقیدگی، ناشیفتگی و بدخلقی اپنے دامانِ تنگ میں لیے دنیا وخواہشات پر وارفتہ وفریفتہ ہو کر مشہودِ جہاں آرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سینوں میں نفرت لیے ابولہب وابوجہل، کعب بن اشرف، ابورافع یہودی، ابن خطل اور اس کی لونڈیاں، عصما بنت مروان، مسیلمہ کذاب، ریجی نالڈ، شیطان ملعون رشدی، یولوجیئس، چارب (Charb)، ٹیری جونز (Terry Jones)، کورٹ ویسٹر گارڈ (Curt Wester

گارڈ (Guard)، گولڈ زیہر (Gold Zeher)، کرٹ ویلڈرز، رابرٹ اسپنر، الیگزینڈر، ڈینیل پائیس اور دیگر ان کے متبعین (Followers) بن کر رسوائے زمانہ کا لقب پا کر مستوجب عذاب جہنم ٹھہرے۔

یہاں ہم ان رحمتِ باری تعالی سے محروم لوگوں کا حکم تحریر کریں گے جن کی زندگی اور اقوال نے افق پر تاریکی کی لکیر چھوڑی اور ان کی زندگی ایک سوالیہ نشان اور مسلمانوں کے لئے نفرت گاہ بن گئی۔

## قرآن کریم میں گستاخِ رسول ﷺ کا حکم

رسول اللہ ﷺ کا گستاخ رحمتِ خداوندی سے محروم ہو گا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

**ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ و اعدلھم عذابا مھینا ○۔** (الاحزاب: 57)

ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کو اللہ تعالی نے دنیا و آخرت میں رحمت سے محروم کر دیا اور ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ اس آیت کریمہ میں اللہ اور رسول ﷺ کو اذیت دینے والے کے لیے دنیا و آخرت میں رحمت رب رحیم سے محرومی

اور رسو کن عذاب کا مژدہ سنایا جا رہا ہے۔لعنت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام خفاجی فرماتے ہیں کہ: دنیا کی لعنت سے مراد قتل ہے۔(نسیم الریاض)

چونکہ لعنت کا معنی ہے دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا پس جس سے اللہ تعالیٰ خیر کو دور فرمادیں اور اپنی بارگاہ سے دھتکار دیں تو ایک تو اسے جینے کا حق نہیں اور دوسرا وہ ذلیل ہی ذلیل اور رسوا ہی رسوا اور جانوروں سے بھی گمراہ و بدتر (اولئک کالانعام بل ھم اضل) نہ دنیا میں اس کے لیے پناہ گاہ، نہ آخرت میں کوئی پناہ گاہ، وہ رسوائے زمانہ اور ذلیل آخرت کہلائے گا۔صرف قتل ہی اس کی سزا نہیں بلکہ رہتی دنیا تک اسے نشان عبرت بنا دیا جائے گا اور رہا آخرت کا معاملہ تو وہ ذاتِ باری تعالیٰ ہی بہتر جانے کہ اس کا حشر کیا ہوگا؟

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ کافر ہے

اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

**قل اباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستھزون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔**(التوبۃ:65-66)

ترجمہ: ”فرمادیں کیا تم اللہ،اس کی آیات اور رسول کا مذاق اڑاتے ہو تم کافر ہو چکے کوئی عذر قبول نہیں۔“

اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑانے والوں کو ببانگ دہل بتایا جارہا ہے کہ اب معذرت کا بھی وقت نہیں رہا۔تمھارے کفر میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔نصِ قرآنی قطعی سے گستاخانِ رسول ﷺ کے کفر پر مہر تقویم لگائی جارہی ہے جس کے بعد عذر تو عذر،توبہ کا تصور بھی بعید ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کا گستاخ واجب القتل ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔(الاحزاب:61)

ترجمہ: ''یہ لعنت کردہ جہاں بھی ملیں پکڑ کر خوب قتل کیئے جائیں۔''

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو لعنتی اور واجب القتل قرار دیا جارہا ہے اور اظہارِ غضب ہے اس کلام میں کہ پہلے ان کو لعنتی قرار دیا گیا پھر حکم دیا گیا کہ بغیر کسی جگہ کے تعین کے، چاہے وہاں قتل کی ممانعت ہو یا نہ ہو ان کو گرفتار کر کے ایسے قتل کیے جائیں کہ نشانِ عبرت بن جائیں۔اس کلام میں مفعول مطلق کا لایا جانا قتل کی تاکید کو ثابت کررہا ہے اور قرینۂ کلام بھی وجوبِ قتل پر دال ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

**فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان ○ ذلک بانھم شاقوا اللہ ورسولہ۔** (الانفال:12-13)

ترجمہ: ''ان کے سر قلم کرو اور ان کے جوڑ جوڑ پر مارو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں تو گستاخانِ رسول کے جوڑ جوڑ توڑ دینے کا حکم ہے یعنی ان کو بے کار اور معذور کر کے نشانِ عبرت بنایا جائے اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ان کا خاتمہ کر دیا جائے اور ان کے قتل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔

## گستاخِ رسول رسوائے زمانہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

**ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین۔** (المجادلۃ:20)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیلوں کی صف میں ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں گستاخانِ رسول کو گھٹیا، بے وقعت اور رسوائے زمانہ قرار دیا جا رہا ہے کیونکہ عزت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے (**وتعز من تشاء وتذل من تشاء**) جسے چاہے عزت دے اور جسے وہ رسوا کرے زمانہ بھر

کے لوگ اسے معزز نہ کر سکیں اور جسے اللہ معزز کرے زمانہ بھر کے لوگ اسے رسوا نہ کر سکیں۔

## گستاخِ رسول ﷺ رسوائے محشر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔(التوبۃ:61)

ترجمہ: ''وہ لوگ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس آیت کریمہ میں دشمنانِ رسول ﷺ کو دردناک عذاب کا مژدہ جانفزا سنایا جارہا ہے اسی طرح کہیں تو انہیں عذاب مہین اور کہیں عذاب الیم اور کہیں عذاب شدید وغیرہ کا پیغام سنایا جارہا ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا گستاخ لعنتی، کافر، واجب القتل، رسوائے دنیا و آخرت قرار دیا گیا۔

## احادیث میں گستاخ رسول ﷺ کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک آدمی کی اُم ولد تھی وہ نبی کریم ﷺ کی ہجو (گالیاں) کرتی تھی تو سمجھانے کے باوجود وہ نہ سمجھی تو انھوں نے اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اشھدان دمھاھدر۔“ گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہے۔

(المستدرک للحاکم 18 / 418 وقال: ھذا حدیث صحیح الاسناد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

**ان یھودیة کانت تشتم النبی ﷺ وتقع فیه فخنقھا رجل حتیماتت فابطل رسول اللہ ﷺ دمھا۔** (سنن ابی داؤد 129/4)

حسن صنعانی نے کہا: رواہ أبو داود ورجاله رجال الصحیح. فتح الغفار 1719/3

ترجمہ: ایک یہودیہ حضور نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتی تھی تو ایک آدمی نے اسے قتل کر دیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے خون رائیگاں قرار دیا۔

اجماع امت ہے: ”من سب نبیا فاقتلوہ۔“۔

ترجمہ: جو نبی کو گالی دے اس کو قتل کر دو۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمیر بن عدی، حضرت عبداللہ بن عتیک، حضرت محمد بن مسلمہ جیسے جانثار صحابہ کا کعب بن اشرف، ابو رافع یہودی، ابن خطل اور اس کی لونڈیوں، عصما بنت مروان اور دیگر یہودی و یہودیات کو واصل جہنم کرنے سے ثابت ہو رہا ہے کہ گستاخانِ رسول ﷺ کی سزا قتل اور سر تن سے جدا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ،

حضرت عبداللہ بن مسعود اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی نظریہ تھا کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔

## صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علماء کی نظر میں

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت امام باقر، حضرت امام جعفر الصادق، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی گستاخِ رسول ﷺ کو واجب القتل قرار دیتے تھے۔ اور یونہی عالم اسلام کے تمام علماء وفقہاء اور صوفیائے کرام بھی گستاخِ رسول ﷺ کو واجب القتل قرار دیتے ہیں اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔

## گستاخ رسول ﷺ کی سزا: ممالک اور مذاہب

۱۔ قبل مسیح انبیاء کی توہین کی سزا رجم تھی۔

۲۔ یہودازم میں موسیٰ علیہ السلام کی اہانت پر رجم کیا گیا۔

۳۔ رومن بادشاہ جسٹینین (Justinion) نے عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت پر سزائے موت مقرر کی۔

۴۔ چین میں گوتم بدھ کے مجسمے کی توہین پر ایک شخص کا سر تن سے جدا کیا گیا۔

۵۔ مصر، شام، عراق، ایران، افغانستان، سپین، ترکی اور باقی جملہ ممالک

حضرت عبداللہ بن مسعود اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی نظریہ تھا کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔

## صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علماء کی نظر میں

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت امام باقر، حضرت امام جعفر الصادق، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی گستاخِ رسول ﷺ کو واجب القتل قرار دیتے تھے۔ اور یونہی عالم اسلام کے تمام علماء وفقہاء اور صوفیائے کرام بھی گستاخِ رسول ﷺ کو واجب القتل قرار دیتے ہیں اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔

## گستاخ رسول ﷺ کی سزا: ممالک اور مذاہب

۱۔ قبل مسیح انبیاء کی توہین کی سزا رجم تھی۔

۲۔ یہودازم میں موسیٰ علیہ السلام کی اہانت پر رجم کیا گیا۔

۳۔ رومن بادشاہ جسٹینین (Justinion) نے عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت پر سزائے موت مقرر کی۔

۴۔ چین میں گوتم بدھ کے مجسمے کی توہین پر ایک شخص کا سر تن سے جدا کیا گیا۔

۵۔ مصر، شام، عراق، ایران، افغانستان، سپین، ترکی اور باقی جملہ ممالک

## گستاخِ رسول ﷺ کو سزا کون دے؟

اگر کوئی شخص گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب ہو تو اس کو عدالت کے حوالے کیا جائے تا کہ عدالت میں اس سے تفتیش کے بعد جرم ثابت ہونے کی صورت میں سزائے موت دے دی جائے لیکن اگر کوئی ایسا ملک ہے جہاں شریعتِ اسلامی کا نفاذ نہیں ہے اور وہاں اسلامی قانون کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے یا عدالتیں مظلوم ہوں اور سزا کا نفاذ ممکن نہ ہو تو کوئی مسلمان اگر کسی گستاخ رسول ﷺ کو واصلِ جہنم کرے تو یہ قانون اس صورت میں ماورائے عدالت متصور ہوگا اور اس مسلمان کو کوئی عدالت سزا سنانے کی حقدار نہیں کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر کوئی چیف جسٹس اور قاضی القضاۃ نہیں اور قانون آپ کے درِ اقدس کی خیرات ہے لہٰذا آپ نے سزا نہیں سنائی تو کوئی اور کیسے سنا سکتا ہے؟

پورے ذخیرہ سیرت وحدیث میں یہ بات کہیں بھی موجود نہیں کہ کسی مسلمان نے کسی گستاخ رسول کو قتل کیا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اسے قتل کی سزا سنا دی ہو یا صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی نے ایسا کیا ہو۔ ویسے بھی ظاہر ہے اگر عدالتوں نے اس معاملہ میں شرعی فیصلہ دیا ہوتا تو ایسے واقعات پیش نہ آتے کڑی سے کڑی سزا پر بھی مسلمان اس لیے نازاں رہے گا کیوں

کہ اس نے اپنی جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کی ہے اس لیے اگر حکومتیں ایسے واقعات کی روک تھام کرنا چاہیں تو گستاخ رسول کو سخت سزائیں دلوائیں خودبخود ایسے واقعات ختم ہو جائیں گے ورنہ ہر مسلمان بس انہیں چاہتا ہے، اور انہیں چاہتا ہے اور بس انہیں چاہتا ہے۔ تب تو عام آدمی کیا اسلامی ریاست کا ہر نمائندہ بھی کہہ رہا ہوتا ہے۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فِدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

## اے میرے مالک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بارگاہ میں پیش کیے جانے والا یہ ہدیہ اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر مجھے حیات برزخی میں قرب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب فرمانا اور روز محشر ان کی بارگاہ کی سعادت نصیب فرمانا۔

آمین یارب العلمین وصلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

(میری یہ کتاب روضہ پاک پر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت پیر مفتی محمد عثمان قادری صاحب نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تھی تب میں عاجز و فقیر بھی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی روضہ پاک پر حاضر تھا)

حقیر پر تقصیر ندیم بن صدیق اسلمی جھیورانوالی، گجرات پاکستان

# مفتی ندیم بن صدیق اسلمی کی مطبوعات




سراجِ منیر پبلیکیشنز ادارہ سراجِ منیر پاکستان